نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

ماہنامہ

شوال المکرم ۱۴۰۹ھ مئی ۱۹۸۹ء

پیغامِ عید

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان نے پوری دنیا کی تہذیب ہی بدل ڈالی!

جب سے اِنسان نے تہذیب سے آشنائی پیدا کی ہے اُس نے اپنی بڑائی، خوشی اور راحت کو بہت اہمیت دی ہے اور اسی ناطے سے اُس نے اُچھل کود، راگ رنگ، خمر و خنزیر، زنا، جُوا، مقابلہ بازی کے لئے دن، تہوار مُقرر کر رکھے تھے۔ عرب اپنے معاشرتی دائرے میں کسی قوم سے پیچھے نہ تھے اُن میں بھی ایک کلچر تھا، سماجی اقدار تھیں، اُن کے ہاں بھی دیہاڑے اور تہوار تھے جس میں وُہ سب کچھ ہوتا جو ایران، رُوم، مصر اور یُونان میں ہوتا تھا۔ مکہ کے قُریش یا مدینہ کے یہود، دونوں ہی تہذیب آشنا تھے اور قرآنِ کریم نے اُن کی اسی حالت کو **لھو ولعب** کہا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مدینہ پہنچے تو یہودِ مدینہ کا تہوار دیکھا، اُس کی تفصیلات معلوم کیں تو فوراً اِرشاد فرمایا:

قَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا۔	اَب اللہ نے تمہارے دوروزہ تفریحی پروگرام کے مقابلہ میں دو بہتر دن عطا فرمائے ہیں

جو

سابقہ عیدوں کا نعم البدل ہیں — جن کی ابتدا نماز جیسی عبادت سے ہوتی ہے — جن میں دنوں کے مالک کی بڑائی بیان کیجاتی ہے جن میں غریبوں، محتاجوں، ناداروں اور پسے ہوئے طبقات کو سر بلند کرنا فرض ہے — جن میں بچوں اور بوڑھوں کی خوشی کا سب سے زیادہ احساس ضروری ہے — جن میں کھانا پینا، خوشی منانا اور کھیل بھی ہے — یعنی یہ دونوں عیدیں **عبادت** بھی ہیں اور دینی سلج کی قدروں کی بقا کے دن بھی — کتنی جامعیت ہے — اگر ایک دن کو حکمِ رسول میں گزاریں — اور اگر پوری زندگی اُسوۂ رسُول کے مطابق گزارنا شروع کردیں تو پاکستان **دارالاسلام** بن سکتا ہے۔

سید عطاء المحسن بخاری

ناظم اعلیٰ عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

پیکے از مطبوعات:

تحریک تحفظ ختم نبوۃ — شعبۂ تبلیغ — عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

احرار اور حکومتِ الٰہیہ

ملک کی معروف و مسلّم انقلابی و اسلامی تحریک مجلس احرارِ اسلام ہند نے اپنے گیارہ سالہ وسیع علمی و عملی تجربہ و مشاہدہ کی بنا پر اپریل ۱۹۴۳ء میں اپنے کل ہند اجتماع منعقدہ سہارنپور میں آزادیٔ وطن اور غلبۂ اسلام کے اہم ترین مقصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اور آئندہ چند سال میں اُبھرنے والے واقعات و تغیرات کا مبصرانہ و مبنی بر حقیقت جائزہ لیکر ایک انقلابی تجویز —— بنام —— "قرار داد حکومتِ الٰہیہ" منظور کی اور اسکی روشنی میں مقالات و مضامین اور کتب و تقاریر کا ایک وسیع تبلیغی سلسلہ شروع کیا اور مسلمان اور غیر مسلم اقوام کو اصولی خطاب کے ذریعہ خدا شناس اور لادین سیاست کے باہمی فرق سے روشناس کرایا اور ابتدائی طور پر دینی ضروریات کی تفہیم و تلقین کا فریضہ بھی ادا کیا، اور اس طرح وہ الہامی نغمہ جس کے زیر و بم سے ملتِ حنیفہ کا ماضی و مستقبل وابستہ ہے اسکی مترنم گونج پھر دل و دماغ کو مسحور کرنے لگی۔ جس کی رجزیہ تاثیر نے اس دورِ طاغوت و شیطنت میں بھی تاریخ کا موڑ کاٹ کر مسلمان کی اصولی و فطری زندگی کی شاہراہ کے خطوط کو واضح کر دیا۔ اور ابھی یہ جدید انقلابی اقدام بصورتِ تحریک ابتدائی مراحل ہی میں تھا کہ ملک کی سیاست پلٹا کھا گئی اور احرارِ اسلام کا تنظیمی طریقِ کار اسی اصولی اقدام کی روشنی میں نئے ماحول کے مطابق ڈھلنے لگ گیا۔ آج کوئی باور کرے یا نہ کرے، لیکن یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اِس جماعت کا یہ اُصولی نعرہ خفتہ ارواح کی بیداری کے لئے صورِ اسرافیل سے کم مؤثر ..... ثابت نہیں ہوا، یہ آج کی چندبے عمل اور انقلاب کی نعرہ بازی کا مشغلہ اختیار کرنیوالی ٹولیاں دَرحقیقت اسی پُر اعتماد اور مبنی بر صداقت آواز کو اپنی نعرہ بازی، تاجرانہ سیاسی ذہنیت اور اجارہ دارانہ دبر خود غلط ..... روش کے شور و غل میں گم کر دینے کی ایک کوشش سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں، مگر ؎

سچ ہوا کرتی ہیں اِن خوابوں کی تعبیریں کہاں —— ؟

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ علیہ
مہتمم دار العلوم —— دیوبند، ——
—— افتتاحیہ "فطری حکومت" ص ۲ ۔
۱۹۵۲

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

سالِ اشاعت : ۲ — سلسلۂ اشاعت : ۵

شوال المکرم ۱۴۰۹ھ — مئی ۱۹۸۹ء

سرپرست اکابر:

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

مولانا محمد [illegible] عبداللہ مدظلہ

مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہ

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

رفقاءِ فکر:

حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

سید عطاء المحسن بخاری

سید عطاء المؤمن بخاری

سید عطاء المہیمن بخاری

سید محمد کفیل بخاری

سید عبدالکبیر بخاری

سید محمد ذوالکفل بخاری

سید محمد راشد بخاری

سید خالد مسعود گیلانی

عبداللطیف خالد ○ اختر جنجوا

عمر فاروق عمر ○ محمود شاہد

قمر الحسنین ○ بدر منیر احرار

اس شمارے میں

دل کی بات	سید عطاء المحسن بخاری	۲
عورت کی سربراہی اور اس کا حکم	مولانا عبدالحق	۶
سیدنا معاویہؓ اور ان کے بے رحم ناقدین	سید عطاء المحسن بخاری	۱۵
قائدِ احرار نو.....!	شمس الاسلام بہاری	۲۳
نعت	سید محمد یونس بخاری	۲۴
فلسفۂ ختم نبوت	علامہ اقبالؒ	۲۵
تاریخ کو مسخ کرنے کا انداز	شاہ بلیغ الدین	۴۱
زبان میری ہے بات ان کی	آغا غیاث الرحمٰن	۴۴
منقبت سیدنا معاویہؓ	سید عطاء المحسن بخاری	۴۸
کلمۂ توحید		۵۴

رابطہ : مدرسۂ معمورہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

فون نمبر : ۷۲۸۱۳

قیمت : ۴/- روپے، سالانہ ۵۰/- روپے

جہاں ہم ہیں

دِل کی باتیں نوکِ قلم سے کاغذ کے چہرے پر غازے کی طرح لگانا اور کاغذ سجانا آسان عمل ہے۔ لیکن لفظوں کو زبان دینا اور اس زبان کو نیزے کی اَنی بنانا کارِ دُشوار ہے :

ع دُشوار تو یہی ہے کہ دُشوار بھی نہیں

موجودہ صحافت کا چہرہ مہرہ اور لب و لہجہ اُس بازار کی روایتوں سے خاصا ملتا جُلتا ہے جس کی کشش عوام و خواص دونوں کے لئے یکساں ہے —— اور ہم ایسے کھُردرے لب و لہجہ والے لاکھ ضد کریں کہ ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں —— نہ عوام سنتے ہیں نہ خواص —— اور نہ خاصۂ خاصان —— اس لئے کہ ہماری ذات اور ہمارے نظریات میں ان کے لئے کوئی چارم نہیں ہے۔

ع جس کو ہو جان و دِل عزیز تیری گلی میں جائے کیوں

پاکستان اگرچہ دارالسلام نہیں لیکن مسلمانوں کا مُلک ہے۔ اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی اس عظیم بستی اور پاک دھرتی کو دارالسلام بنائیں۔ پاکستان کو دارالسلام بنانے کے لئے مدینہ میں قائم کی گئی۔ حکومتِ نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کسبِ نور کرنا ہم سب پر فرض ہے۔ اس فیض سے فیضیاب ہوئے بغیر ہم اَدنیٰ مسلمان بھی نہیں رہ سکتے چہ جائیکہ یہ ملک دارالاسلام بن جائے۔ قرآن کریم نے دو ٹوک لفظوں میں یہ ابدی قانون نافذ کر دیا ہے کہ جو شخص یا قوم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کے خلاف اپنے دِل میں معمولی سا خرخشہ بھی پائے وہ ہرگز ہرگز مومن نہیں ہے۔ مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ پاکستان میں امپورٹڈ حکمت عملی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح اور اٹل اَبدی فیصلوں کے خلاف باطل تاویلوں اور پر مکر حیلوں سے "تجدید شریعت" کے پروگرام پر عمل شروع ہو چکا ہے —— اور تمام کافرانہ اداؤں کو "دِین" کہہ کے ان کا ابلاغ عام کیا جا رہا ہے۔ تاکہ سیکولر ذہن کی رائٹ لیفٹ لابیاں قبولیت کے مرحلوں کو عوام میں آسان بنائیں اور پھر اس لادینیت کو اجتماعی اجتہاد کہہ کے ملک کا مقدر بنا دیا جائے۔ اس منزلِ نامراد کے حصول کے لئے جمہوریت اور سیاسی جماعتوں کے فاسقوں فاجروں کی فوجِ "صفر" موج کے غُل غپاڑے کو وہ مرکزی

مقام حاصل ہوگا جو ایم آر ڈی میں بیگم زرداری کو حاصل تھا —— پھر اکثریت کے جمہوری فیصلوں کو علماء کی کمزور اقلیت ہرگز ہرگز رد نہیں کر سکے گی کیونکہ یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ اقلیت یا فرد کے فیصلوں کو عوام کی اکثریت پر نافذ کرنا ظلم ہے اور جب اکثریت سیکولرازم کو بہودیت کی روح کے طور پر قبول کرلے تو یہ اجتماعی اجتہاد کا فیصلہ ہوگا اور یہ اجتماعی اجتہاد "جدید شریعت" ہوگی جو نئے پاکستان کے تمام مذہبی حلقوں کے لئے قابل قبول ہوگی۔ پھر یہ ہم پر نافذ کر دی جائے گی اور اس کے ماتحت تمام امور زندگی کے فیصلے ہوں گے جنہیں شریعت ماننا پڑے گا —— جو اسے قبول نہیں کرے گا وہ باغی کہلائے گا۔ اور باغی کی سزا .... معاذ اللہ

تجدید شریعت کے اس "مقدس مشن" کے لئے وہ لوگ پیش پیش ہیں جو ایڈنبرا، گلاسگو، لنڈن، یا فرانس کے تحقیقی اداروں سے اسناد لے کر پاکستان میں یوں اتر آتے ہیں جیسے :

ع جوگی اُتر پہاڑوں آیا تے سُن چرخے دی گھوک

جوگی چرخے کی آواز سُن کے "ترنجن" میں آ بیٹھتا ہے۔ یہ لوگ پاکستان سے بدیس اس لئے گئے تھے کہ دیس کی ترقی میں دینی نقطۂ نگاہ سے اپنا حصہ ڈالیں۔ لیکن گنگا اُلٹی بہنے لگی، اور مستشرقین کے شاگرد "مُستغرب" بن کے لوٹے اور پاکستان میں وہی تجربہ دُھرانے لگے جو مستشرقین نے کافرستان میں کیا۔ اس تجربہ کا یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ پارلیمنٹ اور مسجد ہمیشہ کے لئے دو متضاد سمتوں میں چل پڑیں گے۔ اور پاکستان برطانیہ و ہندوستان جیسی سیکولر اسٹیٹ کی حیثیت حاصل کرلے گا۔ پاکستان کی تشکیل کا جو مقصد علامہ اقبال نے متعین کیا تھا وہ ہرگز ہرگز یہ نہ تھا کہ اس ملک کے مسلمان یہاں دین کا نئے سرے سے تجربہ کریں گے بلکہ وہ مقصد صرف یہ تھا کہ ہم اپنی بھولی بسری منزل کو از سر نو حاصل کریں اور حکومتِ نبویہ کے نقوشِ جادواں کو فکر و عمل کی منزل مراد ٹھہرائیں، ماضی کی حکومتوں نے جو اجتماعی اجتہاد کیا اس کے نتیجہ میں پاکستان دو نیم ہوا اور ہمارا ایک بازو گہرے پانیوں میں ڈوب گیا۔ اب پھر غیر ملکی ثقافتی اور تحقیقی ایجنسیوں کے ایجنٹ اجتماعی اجتہاد کی راگنی الاپ رہے ہیں اور ماضی سے اپنا رشتہ کاٹ کے دین کے متفقہ مسائل کو متنازعہ ثابت کرکے تجدید شریعت کی راہ پر چل کھڑے ہوئے ہیں تو نتیجہ ظاہر ہے کہ سندھ، پنجاب، بلوچستان اور سرحد جو الگ یونٹ تو بن ہی چکے ہیں وہ بھی اپنے اجتماعی مسائل کے لئے الگ سے اجتماعی اجتہاد کی اساس پر نیا مستقبل تعمیر کریں گے جس کا انہیں اسی طرح حق ہوگا جس طرح "ایسٹ پاکستان" کے عوام نے اجتماعی اجتہاد کے بعد اپنی اجتماعیت کو بچانے اور قائم رکھنے کے لئے کیا تھا قطع نظر اس

ہے کہ وہ عوام ہند و مسلم مذہبی جتھوں کے جہل مرکب کا مجموعہ تھے، پھر ہمارے چاروں صوبوں کی سیاسی سماجی اور تمدنی صورتِ حال بھی ایسی ہے کہ الامان! مہاجر قومی موومنٹ، سرائیکی قومی موومنٹ، پختونستان، پنجابی، غیر پنجابی کی جنگ اور بلوچ نیشنل الائنس' یہ نام ان کے نعرے اور قتل و غارت گری کی وحشیانہ وارداتیں آخر اجتہادی کوششوں کا ہی تو نتیجہ ہیں اور ان محاذوں پر کام کرنے والی خفیہ اور ظاہری قوتیں اپنے موجودہ موقف سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہیں اس پر طرّہ مرکزی حکومت اور سندھ کے علاوہ باقی تینوں صوبائی حکومتوں کی رسہ کشی ہے ۔ پی پی پی ۔ آئی جے آئی ۔ این ۔ اے ۔ پی اور ۔ بی ۔ این ۔ اے رہنماؤں کے بیانات، دھمکیاں، لیٹر ڈپلومیسی، اندرون و بیرون ملک کے سیاسی دورے اس تاریک مستقبل کی چغلی کھاتے ہیں جس کی ہم اوپر نشاندہی کر گئے ہیں۔ اشیاء صرف کی گرانی، بجٹ کی سختیوں کی وحشت ملازمین کے تبادلوں پر اختیارات کی طبع آزمائی۔ پی آئی اے ۔ ریلوے، اور ٹرانسپورٹ کی ہڑتالیں یہ کیا نقشہ پیش کر رہے ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ضیاء الحق کے قتل کے بعد پاکستان میں وحشتوں کا راج ہے.....

پی پی پی کی حکومت نے چھ ماہ کی تخلیقی تدریجی مدت پوری کر لی ہے مگر ان چھ ماہ میں پاکستانی قوم کو نہ دنیا ملی نہ دین نہ محبت نہ ہمدردی نہ خدمت کا جذبۂ صادق اور نہ تعمیر ملک و ملت کا "سیکولر" جذبہ —— اسی ششماہی میں نفرتیں، حقارتیں انتقام و حیوانیت کی راہیں ہموار کی گئیں، اور انتقام کی آگ سے خرمن زیست کو بھسم کرنے کے لئے قوت و طاقت حاصل کی گئی تاکہ اپنے سیاسی مخالفین کو ایسی سزا دی جائے جس سے وہ مستقبل میں جیئے بھٹو کہیں تو زندہ رہ سکیں ورنہ انہیں بھی ستلج کے کنارے بھیج دیا جائے۔

ہم پوری دیانتداری سے مرکزی حکومت کو یہ بات کہے دیتے ہیں کہ جتنا وقت، سرمایہ اور طاقت وہ اپنی اندرونی تعمیر کے لئے صرف کر رہی ہے یہ سب توانائیاں ملک پر صرف کرے، بھٹو کے عوام، اور مظلوم انسانوں کی بہبود پر صرف کرے۔ الیکشنی ماحول سے نکلے۔ وزیر اعظم بیگم زرداری صاحبہ اس خول سے باہر نکلیں جو انہوں نے لندن میں بیٹھ کر بنایا تھا —— وزیر اعظم کے دورۂ امریکہ اور دفاعی بجٹ سے متعلق دونوں خبریں ان کے لئے خاصی تشویشناک ہیں اور عوام کے لئے افسوسناک کہ پاکستان کی اکثریتی پارٹی کی حکومت نہ تو فوج کے بغیر امریکہ یاترا کر سکتی ہے اور نہ ہی دفاعی بجٹ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتی ہے، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ فوج حکمران ہے اور پی پی پی کی حکومت "پتلیوں کے تماشے" کے سوا کچھ بھی نہیں —— حکومت اپنے آپ کو اس بھنور سے نکال لے تو بات بنتی ہے ورنہ تو

ضیاء الحق کے شہید ہو جانے کے بعد بیگم زرداری کی آمد سے کوئی فرق نہیں پڑتا مرحوم اسلام کی تکرار کرتے کرتے بارگاہِ الٰہی میں جا پہنچے اور محترمہ جمہوریت جمہوریت کا دُھرپت گاتے گاتے فوج کی تنگنائے میں محصور ہو کر رہ گئیں ہیں —— اگر سابقہ گیارہ سال کو غلط ثابت کرنا ہے تو اس کا طریقہ عملی زندگی میں انقلاب ہے ذرائع ابلاغ سے منفی لب و لہجہ سے نفرت انگیزی نہ انقلاب ہے نہ انقلاب کی راہ ——!

وزیر اعظم صاحبہ نے بھی اس ششماہی میں بیسیوں مرتبہ وہی فقرہ دُھرا دیا جو شہید ضیاء الحق کہا کرتے تھے کہ "مسائل کو حل کرنے میں ایک مُدت دَرکار ہے"۔ وہ بھٹو کے سات سالہ عہدِ اقتدار کی بُرائیوں کو اپنے پروگرام کی تکمیل میں رکاوٹ بتاتے تھے اور بیگم زرداری صاحبہ اپنے پیپلز پروگرام کی راہ میں ضیاء دور کے "اعمالِ صالحہ" کو رکاوٹ بتاتی ہیں —— عوام نے آپ کو اس لئے منتخب کر کے نہیں بھیجا — بلکہ عوام نے اپنے مسائل کے حل اور سُکھ کا سانس لینے کے لئے اقتدار آپ کے حوالے کیا ہے ان چھ ماہ میں بیگم زرداری کا گراف بتدریج اوپر سے نیچے کی طرف آ رہا ہے جبکہ ان کی اپوزیشن کا گراف بتدریج نیچے سے اوپر کی طرف بڑھ رہا ہے —— وزیر اعظم صاحبہ اس حقیقت کو کبھی نہ بھولیں:

"کہ دُنیا میں سب سے زیادہ ناقابلِ اعتماد شے رائے عامہ ہے۔"

وما علینا الا البلاغ المبین ————

قارئینِ نقیبِ ختمِ نبوّت کو

عید مُبارک

"ادارہ"

مولانا محمد عبدالحق پچوہان
رکن مرکزی مجلس شوریٰ مجلس احرار اسلام پاکستان

حسن فروشی نفسیوں کے خون بیچ شریف

عورۃ کی سربراہی اور اُس کا حکم

اس وقت مولانا غلام قادر صاحب مفتی جامعہ دار الہدیٰ جیب آباد ٹھیڑی خیر پور میرس سندھ کی ایک طویل تحریر ہمارے پیش نظر ہے۔ مولانا کی یہ تحریر عورۃ کی سربراہی کے حکم پہ محیط ہے۔ مولانا نے بزعم خود قرآن حدیث اور فقہا کی عبارت سے عورۃ کی سربراہی کے جواز کو ثابت کرنے کی سعی ناتمام کی ہے۔ اور اپنے اس دعویٰ کے اثبات کیلئے انہوں نے منطقی اصطلاحات کو بھی استعمال کیا ہے۔ اپنی کم مائیگی علمی بے بضاعتی کے اعتراف کے باوجود ہمیں مفتی صاحب کے مؤقف سے شدید اختلاف ہے۔ اس وقت ہم مفتی صاحب کی تحریر پہ اجمالی تبصرہ کرتے ہیں۔ مفتی صاحب کے استدلال کا تمام تر مدار اس امر پہ ہے کہ عورۃ عہدۂ قضا پہ فائز ہو سکتی ہے؛ آپ نے کنز الدقائق سے ایک عبارۃ پیش کر کے اپنے دعویٰ کے ثبوت کیلئے حاشیہ کی یہ عبارۃ نقل کی ہے:

ولو قضت بالحدود والقصاص وامضاہ قاضی آخر یری جوازہ جاز بالاجماع لان نفس القضاۃ مجتہد فیہ [باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ ص۲۸]	اور اگر عورۃ حدود اور قصاص کے معاملہ میں فیصلہ کرے اور دوسرا قاضی اس فیصلہ کو صحیح سمجھتے ہوئے نافذ کرے تو یہ فیصلہ بالاجماع صحیح ہے۔ کیونکہ اس طرح کے معاملات میں عورۃ کا فیصلہ ایک اجتہادی امر ہے۔

حاشیہ نمبر ۵۔ کنز الدقائق کلاں مجتبائی۔

یہ عبارۃ نقل کرنے کے بعد مولانا تحریر کرتے ہیں کہ:

"اس عبارۃ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورۃ کے فیصلے اور ججمنٹ حدود وقصائص کے معاملہ میں بھی بعض صورتوں میں اجماعاً نافذ ہو سکتے ہیں"

اصل کی مراجعۃ کے بعد جو حقیقت واضح ہوئی اس کے پیش نظر ہم اس مصرعہ کے دہرانے پہ مجبور ہیں

؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

مولانا حاشیہ کی اس عبارۃ کا ابتدائی حصہ شیرِ مادر کی طرح ہضم کر گئے ہیں کیونکہ اس عبارۃ سے مولانا کے مؤقف کی تغلیط ہوتی ہے۔ وہ عبارۃ یہ ہے:

قوله تقضی المرأة فی غیر حد وقود لما مر من اهل قضاء اهل الشهادة۔ وشهادة المرأة جائزة فی غیر الحدود والقصاص فكذ قضاءها الا ان مولیها آثم لخبر خاب قوم ولوا امرهم امرأة۔

مصنف کا قول کہ عورۃ حدود اور قصاص کے علاوہ یہ فیصلہ کرے۔ یہ اس لئے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ جو شخص شہادۃ کا اہل ہے اس میں قضا کی بھی اہلیۃ ہے اور عورۃ کی گواہی چونکہ حدود اور قصاص کے بغیر جائز ہے۔ اس لئے اس کا فیصلہ بھی۔ ہاں البتہ جو شخص عورۃ کو قاضی مقرر کرے وہ گنہگار رہے۔ کیونکہ حدیث ہے کہ جو قوم اپنے امور عورۃ کے سپرد کردے وہ خائب و خاسر ہے۔

اس عبارۃ سے یہ بات بالکل ہی واضح ہو جاتی ہے کہ عورۃ کا منصب قضاء پر تمکن صحیح نہیں کیونکہ اگر یہ تمکن صحیح ہے تو پھر اس کو قاضی مقرر کرنے والا کس لئے گنہگار رہے؟

اگر بالفرض تنزلاً ہم تسلیم کرلیں کہ عورت قاضی بن سکتی ہے تب بھی مولانا کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ادنیٰ اور بعید منصب کے جواز سے اعلیٰ اور ارفع منصب کا جواز کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔؟

اور پھر مولانا اپنے دعویٰ کے ثبوت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"اور کوئی صاحب استدلال میں "الرجال قوامون علی النساء" کی آیۃ کو پیش کریں تو میں عرض کروں گا کہ یہ استدلال بھی ہمارے فہم سے باہر ہے اس لئے کہ قاعدہ کہ جمع کا مقابلہ جب جمع کے ساتھ ہوتا ہے تو انقسام الاحاد علی الاحاد ہوا کرتا ہے کما فی کتب اصول الفقه تو اس آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ زوج یعنی خاوند اپنی بیوی پر قوام ہے۔ آخر ایک غیر متمدن انسان کس طرح یہ بات برداشت کریگا کہ مثلاً زید کی بیوی پر خالد قوام ہو۔ یا خالد کی بیوی پر زید قوام ہو"

آیۃ کریمہ کے استدلال کے جواب میں مولانا کی یہ تمام تحریر بھی اُن کے لئے مفید نہیں کیونکہ جب آیۃ کا تعلق خانگی امور کے ساتھ ہے تو اس آیۃ سے ثابت ہوا کہ عورۃ باعتبار عبارۃ النص کے تدبیر منزل

میں قوامیۃ کی صلاحیۃ نہیں رکھتی جوکہ اجتماعی زندگی کے ارتقائی منازل میں سے منزل اوّل ہے۔ اور باعتبار قوانین علم اصولِ فقہ کے یہی آیۃ دلالۃ بلحاظ دلالۃ النص اس امر پر دلالۃ کرتی ہے کہ عورۃ میں تدبیرِ مملکۃ کی قوامیۃ کی صلاحیۃ نہیں جوکہ ان منازل کی آخری منزل ہے۔ آخر ایک عقلمند انسان کس طرح باور کر سکتا ہے کہ بیگم زرداری جوکہ اپنے گھر میں قوام نہیں بن سکتی وہ پورے ملک کی قوام کیسے بنے گی۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تعالی اسی آیۃ کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"نزول قرآن سے پہلے دنیا کا عالمگیر اعتقاد یہ تھا کہ وجود انسانی کا کامل ظہور صرف مردوں ہی کی جنس میں ہوا ہے۔ عورتوں کی ہستی کوئی مستقل ہستی نہیں رکھتی۔ وہ صرف اس لئے بنائی گئی ہیں کہ مردوں کی کام جوئیوں کا ذریعہ ہوں۔ اور ان کی چاکری و پرستاری میں فنا ہوں۔ قرآن تاریخ عالم کی سب سے پرانی آواز ہے جو اس اعتقاد کے خلاف بلند ہوئی۔ وہ کہتا ہے خدا نے نوع انسانی کو مرد اور عورۃ کی دو جنسوں میں تقسیم کر دیا ہے اور دونوں یکساں طور پر اپنی اپنی ہستی اپنے اپنے فرائض اور اپنے اپنے حال رکھتی ہیں۔ کارخانہ معیشت کے لئے جس طرح ایک جنس کی ضرورۃ تھی ٹھیک اسی طرح دوسری جنس کی بھی ضرورۃ تھی۔ انسان کی معاشرتی زندگی کیلئے یہ دو مساوی عنصر ہیں۔ جو اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ ملکر ایک مکمل زندگی پیدا کریں' البتہ اللہ نے دنیا میں ہر گروہ کو دوسرے گروہ پر خاص خاص باتوں میں فضیلۃ دی ہے۔ اور ایسی فضیلت مردوں کو بھی عورتوں پر ہے۔ مرد عورتوں کی ضروریات معیشت کے قیام کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے سربراہی کارفرمائی کا مقام قدرتی طور پر انھی کے لئے ہو گیا ہے۔"

[ترجمان القرآن ـــــ ج ۲]

قاضی ناصرالدین ابوالخیر عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۹۱ھ اسی آیت کریمہ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

بسبب تفضیلہ تعالی الرجال علی النساء	یہ تولیۃ انتظام مردوں کے سپرد اس لئے کی گئی ہے
بکمال العقل وحسن التدبیر	کہ خداوند قدوس نے باعتبار کمالیۃ عقل حسنِ
ومزید القوۃ فی الاعمال والطاعات	تدبیر اعمال و طاعات میں مزید قوۃ کے مردوں کو
ولذالک خصوا بالنبوۃ والامامۃ	عورتوں پر فضیلۃ دی ہے۔ اسی بنا پر منصب نبوۃ

والولاية وإقامة الشعائر والشهادة في مجامع القضايا۔

[بیضاوی ص۱۸۵ ج۱]

امامۃ۔ حکومۃ۔ اقامۃ شعائر اسلامیہ اور عدالتوں کے عام مجامع میں گواہی دینا مردوں کے ساتھ مختص ہے۔

اور علامہ محمود بن عبد اللہ الآلوسی البغدادی المتوفی ۱۲۷۰ھ اپنی مشہور تفسیر روح المعانی میں اس آیۃ کے ذیل میں کہتے ہیں:

ولذلك خصوا بالرسالة والنبوة على الاشهر وبالإمامة الكبرى والصغرى۔ واقامة الشعائر كالاذان والاقامة والخطبة والجمعة

[روح المعانی ص۲۳ ج۵]

اسی قوامیۃ کی فضیلۃ کے لحاظ سے مشہور مذہب کے مطابق رسالۃ اور نبوۃ کے ساتھ مرد مختص ہیں اور امامۃ کبریٰ یعنی مملکۃ کی سربراہی اور امامۃ صغریٰ اور اقامۃ شعائر جیسے اذان۔ تکبیر۔ خطبہ اور جمعہ بھی مردوں کیلئے خاص ہیں۔

اور بیگم زرداری کی وکالۃ اور حمایۃ میں مولانا صاحب فقہی احکام کا لحاظ کئے بغیر فرماتے ہیں:

امامۃ صغریٰ کی تو اہل ہے کما فی مسئلۃ امامۃ النساء للنساء۔

اب یہ فقہا اور علماء ہی کو معلوم ہے کہ عورتوں کی جماعت کا فقہی لحاظ سے کیا حکم ہے؟ ہمیں تو یہی معلوم ہے کہ یہ جماعۃ مکروہ تحریمی ہے۔ اور مکروہ تحریمی درجۃ حرام کے بالکل ہی قریب ہے اور اگر استدلال کی یہی نوعیت ہے تو پھر بیگم صاحبہ کی سربراہی بھی صرف عورتوں کیلئے ہوگی۔

شرح عقائد نسفی میں رئیس مملکۃ کیلئے یہ شرائط لازم قرار دیئے گئے ہیں:

ويشترط ان يكون من اهل الولاية المطلقة الكاملة اى مسلما حرا ذكرا عاقلا بالغا۔ اذ ما جعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا۔ والعبد مشغول بخدمة المولى مستحقر في اعين الناس والنساء ناقصات عقل ودين والصبي والمجنون قاصران عن تدبير الامور والتصرف في

رئیس مملکۃ کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ صاحب ولایت تامہ و کاملہ ہو یعنی مسلمان۔ آزاد۔ مرد۔ عاقل۔ بالغ ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو مسلمان پر ولایۃ کا حق نہیں دیا۔ اور غلام اپنے سردار کی خدمۃ میں ہمیشہ مشغول رہتا ہے اور لوگوں کی نگاہ میں بھی حقیر رہتا ہے۔ اور عورتیں عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ہیں۔ غیر بالغ بچہ اور مجنون عام رعایا کے

في مصالح الجمهور۔ — کے امور کی تدبیر اور تصرف سے قاصر ہیں۔

[شرح عقائد نسفی ص ۱۱۲]

اور علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد کی اسی عبارۃ کے ذیل میں اپنی مشہور کتاب نبراس شرح شرح عقائد میں فرماتے ہیں:

وایضاً هي مأمورة بالتستر وترك الخروج الى جامع الرجال وايضاً قد اجمع الامة على عدم نصبها حتى في الامامة الصغرى۔

[نبراس ص ۵۳۷]

اور عورۃ کے رئیس مملکۃ نہ بننے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شرعاً عورۃ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو چھپائے رکھے اور مردوں کے عام مجمع میں نہ نکلے اور یہ وجہ بھی ہے کہ تحقیق امت نے عورۃ کو سربراہ مملکۃ نہ مقرر کرنے پر اجماع کر لیا ہے حتیٰ کہ امامۃ صغریٰ میں بھی۔

اور مسایرہ شرح مسامرہ میں ہے:

شرط الامام بعد الاسلام امور خمسة الذكورة والورع والعلم والكفاية وقد اخل المصنف باشتراط التكليف والحرية وكانه تركه لظهور انه لا تصح امامة الصبي والمعتوه لقصور كل منهما عن تدبير الامور العامة وامامة العبد لانه مستغرق الاوقات بحقوق السيد محتقر في اعين الناس لا يهاب ولا يمتثل امره واشتراط الذكورة لبيان امامة النساء لا تصح اذ النساء ناقصات عقل ودين كما ثبت بالحديث الصحيح ممنوعات عن الخروج الى مشاهد الحكم ومعارك الحرب،

رئیس مملکۃ کیلئے مسلمان ہونے کے علاوہ پانچ امور ضروری ہیں۔ مرد ہونا۔ تقویٰ۔ علم۔ قوۃ۔ اور مصنف نے حریۃ اور عاقل بالغ ہونے کی شرط کو اس لئے ترک کر دیا ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ غیر بالغ اور مجنون کی امارۃ صحیح نہیں کیونکہ دونوں جب اپنے ذاتی امور میں تصرف نہیں کر سکتے تو رعایا کے امور کو کس طرح سرانجام دیں گے اور غلام کی امارت بھی صحیح نہیں اس لئے کہ وہ تو ہر وقت اپنے سردار کے حقوق کی ادائیگی میں مشغول رہتا ہے اور لوگوں کی نگاہ میں بھی حقیر رہتا ہے۔ جس کی نہ تو کوئی وقعت ہے اور نہ ہی اس کی فرماں برداری کی جاتی ہے اور مرد ہونے کی شرط یہ امر بیان کرنے کیلئے لگائی ہے کہ عورتوں کی امارۃ صحیح نہیں اس لئے

[المسایرہ ص۱۳۲-۱۳۳] اس لئے کہ وہ عقل اور دین کے اعتبار ناقص ہیں جس طرح کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے اور عورتوں کا میدان کارزار اور عدالت کے عام مجمع میں آنا بھی ممنوع ہے۔

مولانا نے اپنے مزعومہ نظریہ کی تائید میں سنہ ۱۹۵۲ء میں ۳۱ علماء کرام کی مرتبہ اسلامی دستوری سفارشات کا حوالہ دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

نیز ۱۹۵۳ء میں ۳۱ علماء کرام نے جو دستور بائیس ۲۲ نکات پر مشتمل مرتب فرمایا تھا اس میں دفعہ نمبر ۱۲ کا متن یہ ہے:

"رئیس مملکت مسلمان ہو جس کے تدین صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور یا ان کے منتخب نمائندگان کو اعتماد ہو۔

[بحوالہ اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص۱۳۸۲۔ مدیر سید قاسم محمود]

ان دفعات میں عورت کیلئے ممانعت کا کوئی دفعہ شامل نہیں کیا گیا بلکہ صرف مسلمان ہونے کا شرط کیا گیا ہے اور جن علماء کرام نے یہ خاکہ تیار کیا تھا وہ ملک کے نہایت چوٹی کے جید علماء ہر مکتب فکر کے شامل تھے"۔

پہلے تو مفتی صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ دستوری نکات ۲۲ نہیں بلکہ ۲۳ ہیں۔ اور اس دفعہ کے نقل کرنے میں مفتی صاحب نے جس خیانت کا مظاہرہ کیا ہے اس سے وہ افتاء کے منصب جلیل پر متمکن نظر نہیں آتے بلکہ وہ پی پی پی کے ایسے عام رکن کی حیثیت میں نظر آتے ہیں کہ جس کے اعصاب پر بیگم زرداری کا تسلط ہو۔ اس دفعہ کی اصل عبارت اس طرح ہے:

رئیس مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے جس کے تدین۔ صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور یا اُن کے منتخب نمائندوں کو اعتماد ہو۔

[۵۳ میں علماء کی مرتبہ اسلامی دستوری سفارشات اور ان کے مصدقہ ۲۳ نکات۔ ص۴ شائع کردہ مجلس احرار اسلام پاکستان]

اور عورۃ کی سربراہی کے عدم جواز پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مشہور حدیث "لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ" کے متعلق مفتی صاحب بالکل تدریسی پیرایہ بیان میں فرماتے ہیں کہ:

> کونسا قضیہ ہے اگر لن کو جزو یفلح کا کہا جائے چنانچہ ظاہر ہے تو یفلح محمول اور قوم موضوع ہے اور قضیہ کو معدولۃ المحمول کہنا پڑیگا۔ جو قوۃ جزئیہ میں ہے۔ اور اگر اس کو بنظر اس بات کے کہ حرف نفی کے نیچے قوم نکرہ ہے اور نکرہ تحت النفی نعم۔ تو اس صورۃ میں سالبہ کلیہ ہوگا لیکن پھر بھی کیف اور مادہ کے لحاظ سے کوئی دائمہ ہی نہیں چہ جائیکہ ضروریہ ہو تو اس سے حکم دائمی کس طرح سے ثابت کیا جا سکتا ہے

مفتی صاحب کو منطقی اصطلاحات سے عدم واقفیت کی بنا پر اشتباہ ہو گیا ہے کیونکہ قضیہ معدولۃ المحمول۔ قضیہ جزیہ کے حکم میں نہیں ہوتا بلکہ قضیہ مہملہ۔ قوۃ جزیہ میں ہوتا ہے جس شخص کو قضیہ مہملہ۔ اور معدولہ کا فرق معلوم نہیں وہ ان فنی اصطلاحات کو صحیح طریقہ پر کیسے استعمال کر سکتا ہے اور اُن کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قضیہ دائمہ کے مفہوم سے بھی نا واقف ہیں۔ کیونکہ قضیہ دائمہ کے متعلق اُنہوں نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قضیہ دائمہ میں دوام زمانی سمجھتے ہیں حالانکہ قضیہ دائمہ میں دوام زمانی نہیں ہوتا بلکہ دوام ذاتی ہوتا ہے' اور اگر اس کلام کو قضیہ سالبہ کلیہ تسلیم کر لیا جائے جیسے مفتی صاحب نے خود ہی ایک احتمال بیان کیا ہے۔ تو موجبہ جزئیہ اس کی نقیض ہوگی کیونکہ سلب کلی ہی خود دوام سلب پہ دال ہے جیسے لا شیٔ من الانسان بحجر۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعض اوقات یہ سلب متحقق ہے اور بعض اوقات میں نہیں بلکہ دائماً اس سلب کا تحقق ہوگا۔ اب اس صورۃ میں حدیث شریف کا یہ مطلب ہوگا کہ جس وقت بھی عورۃ کی سربراہی متحقق ہوگی وہ صورۃ عدم فلاح میں داخل ہوگی اور اگر اس کو معدولۃ المحمول تسلیم کریں جیسا کہ وہ خود تحریر کرتے ہیں:

> "اور اگر اس کو معدولۃ المحمول کہیں چنانچہ گرامر کی کتابوں سے لن بمع فعل ایک ہی کلمہ شمار کرتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے پھر تو یہ حکم بعض مواضع میں ہوگا نہ ہر جگہ میں"

اولاً تو اُن کی یہ بات ہی غلط ہے کہ معدولہ قوۃ جزئیہ میں ہوتا ہے۔ اور اگر اُن کی اس غلط بات کو ہم ایک لمحہ کیلئے صحیح تصور کر لیں تب بھی اُن کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ خود ہی تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ حکم یعنی عدم فلاح بعض مواضع میں ہوگا نہ ہر جگہ۔ ہم کہتے ہیں کہ جن بعض مواضع میں اس حکم کے تحقق کو

آپ تسلیم کرتے ہیں بیگم زرداری کا دورِ حکومت بھی انہیں میں داخل ہے۔ اور ملک کے طول وعرض میں اضطرابی کیفیت آئے دن قتل وغارت۔ اغوا۔ اور قطع طریق کے واقعات حکمرانوں کی نااہلی کا بیّن ثبوت ہے

مفتی صاحب نے جس طرح منطقی اصطلاحات کو غلط طریقے سے استعمال کیا ہے اسی طرح انہوں نے علم معانی کی اصطلاحات کو بھی استعمال کیا ہے۔ لیکن وہ بھی اسی طرح غلط طریقے سے۔

مفتی صاحب نے اپنے مزعومہ نظریہ کے ثبوت کے لئے واقعات سے بھی استدلال کیا ہے ان واقعات کے ضمن میں فاطمہ جناح اور ایوب خاں کے انتخابی معرکہ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"ہمیں یاد ہے کہ جب محترمہ فاطمہ جناح مرحومہ۔ مرحوم جنرل محمد ایوب خان کے مقابلہ میں صدارتی انتخاب لڑ رہی تھیں تو علماء نے زمین کو آسمان تک پہنچا دیا تھا۔ اور محترمہ کے صدارت کیلئے سب کچھ جائز قرار دیدیا۔ اور جب بیچاری محترمہ بے نظیر کی باری آئی تو آسمان کو زمین تک پہنچانے کی کوشش کی جارہی ہے" فوا اسفاہ

مولانا صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ واقعات سے احکام تبدیل نہیں ہوتے۔ جن علمائے اس وقت فاطمہ جناح کی حمایۃ کی تھی ان کا وہ اقدام غلط تھا اور آج جو لوگ بیچاری "محترمہ بینظیر" کی حمایۃ میں قرآن وحدیث کی نصوص میں تاویلات کرکے اس کی حمایۃ میں زمین کو آسمان تک پہنچانے کے عمل میں مصروف ہیں اُن کا بھی یہ اقدام غلط ہے۔

اسی طرح انہوں نے ملکہ بلقیس کی حکومۃ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ مولانا کا اس واقعہ سے بھی استدلال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ جب تک کسی صحیح روایۃ سے یہ امر ثابت نہ کیا جائے کہ حضرۃ سلیمان علیہ السلام نے اس کی سلطنۃ کو برقرار رکھا۔ اور یہ امر اب تک کسی صحیح روایۃ سے ثابت نہیں ہوسکا۔ بلکہ، قرآن مجید کی آیۃ سے تو اس امر کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی درگاہ اقدس میں حاضری کے بعد اس کی سلطنۃ کا خاتمہ ہوگیا۔

اسی طرح ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ جمل کا بھی ذکر کیا ہے ہمارے نزدیک یہ ایک حادثہ ہے اس میں نہ خلافۃ کی بات ہے اور نہ کسی امارۃ کا شائبہ۔

مفتی صاحب کے اگر تمام استدلالات کو تسلیم کرکے عورۃ کی سربراہی کو صحیح تصوّر کرلیں پھر بھی اس وقت کے حالات کے اعتبار سے عورۃ کا اس منصب پر جلوہ افروز ہونا عوارض کی وجہ سے

ناجائز ہے اس لئے کہ اس منصب پر فائز ہوتے ہوئے عورۃ کا لازمہ زندگی یہ ہے کہ وہ غیر محرم مردوں کے ساتھ نشست و برخاست کرے اور بعض اوقات خصوصی ملاقات میں غیر محرم مرد کے ساتھ خلوۃ بھی ہوتی ہے مفتی صاحب خود ہی واضح کریں کہ خلوۃ کا فقہی اعتبار سے کیا حکم ہے ؟ ۔ اور ظاہر ہے کہ جو منصب عورۃ کیلئے اس طرح کے منکرات کو مستلزم ہو اس منصب پر عورۃ کا تمکن کس طرح صحیح ہو سکتا ہے ۔ تدریسی اصطلاح میں اس کو ممتنع بالغیر کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے ۔

آخر میں ہم مفتی صاحب اور ان کے ہمنوا نام نہاد مذہبی رہنماؤں سے سوال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں اٹھائیس غزوات میں بہ نفس نفیس شرکت کی ہے اور آپ کی عادۃ شریفہ یہ تھی کہ جب بھی آپ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے تو مدینہ منورہ میں کسی نہ کسی صحابی کو اپنا قائم مقام مقرر کر جاتے تھے ۔

ہمیں ان واقعات میں سے کسی ایک واقعہ کی نشاندھی کریں جس میں آپ نے یہ نیابت ازواج مطہرات یا بنات طاھرات یا کسی دوسری صحابیہ عورۃ میں سے کسی کے سپرد کی ہو ۔ یا خلفاء راشدین کے دورِ خلافۃ میں کسی عورۃ کو قاضی یا کسی علاقۃ کا عامل مقرر کیا گیا ہو ۔

ھاتو ابرھانکم ان کنتم صادقین

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ

شبیر احمد عاجز قیصرانی

رحیم یار خان

عظمتِ ماہِ رمضان

سال میں اک مرتبہ آتا ہے جب ماہِ صیام
ہے یہ لازم دوستو اس کا کریں ہم احترام

کون جانے پھر کسے یہ ماہِ رمضاں ہو نصیب
آئیے کچھ اس میں کرلیں آخرت کا اہتمام

ہو گیا اس ماہ میں قرآن کا اکمل نزول
مومنوں کے واسطے ہے یہ مسرت کا پیام

جو رہا محروم اس میں ہے وہ کتنا بدنصیب
وہ رہا دریا کنارے اور پھر بھی تشنہ کام

بخش دے سب کے گناہ ماہِ مقدس کے طفیل
مانگتے ہیں یہ دعا تجھ سے محمد کے غلام

اذنِ ربی سے ملائک جب اترتے ہیں یہاں
کس قدر ہے وہ مبارک برکتوں کی ایک شام

جس نے بھی ماہِ مکرم کا رکھا عاجز خیال
دیکھنا تم اس پہ ہوگی آتشِ دوزخ حرام

قسط ۳

سید عطاء المحسن بخاری

سیّدنا معٰویہ رضی اللہ عنہٗ

اور اُن کے بے رحم ناقدینؒ :

اِس سے قبل دسمبر جنوری میں مضمون ۲ دو قسطوں میں ختم کر دیا تھا مگر دِفاعِ معاویہؓ نامی کتاب جب لفظ لفظ پڑھی تو عیاں ہوا کہ جناب قاضی مظہر حسین صاحب تو سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو بھی "کراس" کر گئے ہیں اور ان کی تیز گامی کو بریک لگانا ازبس ضروری ہے۔ قسط ۳ ہدیۂ قارئین ہے ——— قارئین اپنی آراء بھی ضرور لکھیں ؎

مجھ کو دُشمنوں پر بھی پیار آیا
دوستی کی فریب گاہوں میں

جب سے یہ کائنات انسانی وجود سے آشنا ہوئی ہے تب سے آج تک اور ہمارے بعد نہ جانے کب تک یہ انسانی مخلوق کائنات میں مثبت اور منفی اعمال کو جنم دیتی رہے گی، اور اپنے ہی اعمال کے عوض میں جزاء و سزا کے اجراء کیلئے گھڑیاں نہیں صدیاں گنتی رہے گی لیکن اس انسانی مخلوق میں سے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ صرف صحابہ ہی ایسے انسان ہیں جو اپنے لئے ملنے والی جزاؤں کا فیصلہ دنیا میں ہی سُن کر عقبیٰ کے سفر پر گئے اور انسانوں کی اس بستی میں صحابۂ رسول ہی وہ خوش نصیب انسان ہیں جو بلا امتیاز اپنی نجات، مغفرت، جزاء خیر اور رضاء الٰہی کا پروانہ لے کر قبر کی شب ہائے دراز کی تاریکیوں کو پُرنور کر گئے اور جہانِ فانی سے جانے والے جہانِ اَبد کے شہ نشین ہو گئے۔ صحابہ کو یہ پُربہار و پُرجمال صلہ انہیں صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی نسبتِ ایمان، معیّتِ مکان اور معیت زمان کے عوض میں ملا ہے ہرچند

صحابہ کے اعمال بھی اس کے مستحق ہیں لیکن صحابہ کی نجات کے لئے اللہ سبحانہ نے صحابہ کے اعمال کو وہ اہمیت نہیں دی جو معیت و نسبت کو ملی ہے۔

یوم لا یخزی اللہ و النبی والذین اٰمنوا معہ (التحریم پ۲۸)	جس دن نہیں رسوا کرے گا اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو معیتِ ایمانی والے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ میں آخرت کی رسوائیوں، دفترِ اعمال کی چھان بین اور حساب کتاب سے رہائی و نجاۃ کی اساس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان، مکان اور زمان کی معیت ٹھہرائی گئی ہے نہ کہ اعمال۔ اعمالِ صحابہ کے سلسلہ میں اللہ سبحانہ نے انفاق و قتال کو جو اہمیت دی ہے وہ دوسرے اعمال کو نہیں دی۔ اور اس میں بھی کوئی امتیاز نہیں برتا۔ یہ فیصلہ بھی بلا امتیاز ہے۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اُولئک اعظم درجۃً من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا و کلاً وعد اللہ الحسنیٰ (الحدید پ۲۷)	برابر نہیں تم میں، جس نے خرچ کیا فتح سے پہلے اور لڑا، اُن لوگوں کا درجہ بڑا ہے۔ اُن سے خرچ کریں اُس سے پیچھے، اور لڑیں۔ اور سب کو وعدہ دیا ہے اللہ نے خوبی کا (ترجمہ شاہ عبدالقادر رح)

دوسرے بہت سے مقامات پر قرآنِ کریم میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق ہجرت نصرت، اوّلیت، سابقیت کا ذکر بھی فرمایا ہے مگر ان کا تعلق رتبہ، درجہ، فضیلت سے ہے۔ مدارِ نجاۃ معیت ہے اور معیت کا مرکز براہِ راست دِل ہے — اس لئے صحابہ کی اسی نسبتِ عالیہ کی وجہ سے اللہ نے صحابہ کو معیارِ ایمان و معیارِ حق قرار دیا اور ان کی اتباع کا حکم دیا۔

فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اھتدوا ○	پس اگر وہ ایمان لے آئیں تمہارے ایمان جیسا — پ۱ بقرہ۔
اولئک ھم الرّاشدون ○	یہی لوگ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں — پ۲۶ حجرات۔
اولئک ھم الصّدقون ○	یہی لوگ سچے ہیں — پ۲۸ حشر

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں
وكونوا مع الصّٰدقين ○	کا ساتھ دو۔ (التوبہ پ ۱۱)

ان آیتوں کا نزول اگرچہ مخصوص حالات کے ماتحت ہے مگر ان کے عمومی احکام نے قیامت تک کے انسانوں کو پابند کردیا ہے اور حکم لگا دیا ہے —— کہ :

ایمان معتبر ہے تو صحابہ جیسا

ھدایت معتبر ہے تو صحابہ جیسی

تمام صحابہ بلا امتیاز راشد ھیں

تمام صحابہ بلا امتیاز صادق ھیں

لہٰذا مؤمنین انہی کا ساتھ دیں،

انہی کی اتباع کریں —— !

اور صحابہ کے انہی کمالاتِ فائقہ، انہی صفاتِ عالیہ اور مضبوط و مستحکم نسبتوں کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے صحابہ کے مقام و منصب اور ذات و اعمال کے دفاع کا حکم دیا :

عن عُویمر ابن ساعدة رضی الله	حضرت عویمر ابن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت
قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم	ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
اذا ظهرتِ البِدَعُ اَوْ قال الفِتَنُ	بدعتوں یا فتنوں کا ظہور ہو اور صحابہ کو
وَسُبَّ اَصْحَابِی فَلْيُظْهِرِ العَالِمُ	بُرا کہا جائے تو علماء پر واجب ہے کہ
عِلْمَهٗ فَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذَالِكَ	اپنے علم کا اظہار کریں اور جو عالم ایسا نہیں
فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ والملائكة	کریگا اس پر اللہ فرشتوں اور تمام
والنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ اللهُ مِنْهُ	انسانوں کی پھٹکار ہے ایسے علماء کے فرائض و
صَرْفاً وَ لَا عَدْلاً ——	واجبات قبول نہیں کئے جائیں گے ۔

قرآن کریم اور حدیثِ مبارک کے ان قطعی اور اٹل فیصلوں کی ضیاء میں ہم نے اپنا یہ شعوری عقیدہ بنایا کہ تمام صحابہ کرام اپنے اپنے درجات اور فضائل قرآنی کی ترتیب کے ساتھ تنقید و تبصرہ اور محاکمہ سے ماوریٰ ھیں اور

اگر اُمت کا کوئی خاص، عام بڑا چھوٹا یہ جرأت کرے تو اسکو پُوری قوت کے ساتھ رد کرنا امت کے اھلِ علم کا شرعی فریضہ ہے جو اھلِ علم دفاعِ صحابہ نہیں کریں گے۔ ان پر اللہ، فرشتوں، اور تمام انسانوں کی پھٹکار ہے اور ایسے خاموش رہنے والوں کے فرائض ونوافل ان کے منہ پر مار دیئے جائیں گے۔ دِفاع تمام صحابہ کا ہو یا اکابرِ صحابہ کا یا اصاغرِ صحابہ کا بہر حال یہ شرعی فریضہ ہے جو بھی یہ فرض ادا کرے گا وہ خوش نصیب ہے۔ ہم نقیر بھی اسی نعمت کے حصول کے لئے صحابہ پر کئے گئے اعتراضات اور طعن وتشنیع کو رَد کرنے کے لئے اس وادی پُرخار میں اُترے ھیں اور لوگ بھی یہ عملِ صالح کر رہے ہیں ہم میں اور ان لوگوں میں فرق یہ ہے کہ ہم صحابہ کے اجتہادات کے مقابلہ میں اُمت کے دیگر بُزرگوں کے فیصلوں، محاکموں اور آرا۔ کو وہ اہمیّت نہیں دیتے جو صحابہ کے اجتہادات کو دیتے ہیں۔ ہمارے اس رویّے اور رائے کو ناپسند کرنیوالے لوگ اُمت کے ان بزرگوں کے تشخّص ومنصب کو بچانے کے لئے "تاویل کا پھاٹک کھول کر اُن کے مجروح، غیر معقول، اور جانبدارانہ اقوال کی تاویل کرتے ہیں اور کسی نہ کسی شکل میں صحابہ کو مطعون رہنے دیتے ہیں اور اپنے اس رویّے کو "دِفاعِ صحابہ" کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ جب ایسے لوگ غیر صحابی بُزرگ کے اقوال کی "تاویل یا اپنے اقوال کی تاویل کرتے ھیں تو بین السطور سے یہ بات کُھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ نام نہاد "دکلا ءِ صحابہ" دراصل اپنی جانوں اور اپنے غیر صحابی بُزرگوں کا دِفاع کر رہے ہیں نہ کہ صحابہ کا ——— ہم دیانتداری سے یہ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ اپنی رائے تاویل اور محاکمہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اپنے غیر صحابی بزرگوں کی عبارتوں کو بطورِ حوالہ واستدلال پیش کرتے ہیں وہ نادانستہ طور پر ان بُزرگوں کو بھی ناقدین اور مئودّلین کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں اور یہ کوئی مستحسن اقدام نہیں ——— خوُبی تو یہ ہے کہ صحابہ کی رائے اور فیصلہ کے مقابلہ میں اپنے ان مرحوم بزرگوں کو خطا دار مان لیا جائے تاکہ نزاع رفع ہو جائے مگر اصرار واستدلال کا روگ اور تاویل کے ذریعہ تکریم کا عجمی حربہ ان لوگوں کو ایسا لذیذ ومرغوب ہے کہ عہدِ حاضر کے مشائخ عجم اس عجمی ذوق کو چھوڑنا چاہیں بھی تو شاید ان کے بس کا روگ نہیں ہے۔

۱۹۵۷ء سے لے کر آج ۱۹۸۹ء تک میری آنکھوں نے جرح وقدح صحابہ کے سلسلہ میں سُنیّت کے دعویدار جن نامور لوگوں کو لنگر لنگوٹ کس کے میدانِ مبارزت میں اُترتے اور للکارتے دیکھا ان میں

جناب سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

جناب عبدالرشید نعمانی

جناب قاضی مظہر حسین چکوالی

جناب لعل شاہ بخاری (ٹیکسلا)

اپنے اپنے حلقۂ ارادت کے امام سرِفہرست ہیں اور چھوٹے چھوٹے بیسیوں خر سوار بھی ان کی اتباع میں اُنہی کے مہیا کئے ہوئے منفی دلائل سے لیس ہو کر "دفاعِ صحابہ" کے نام پر صحابہ پر ہی حملہ آور ہیں اور غیر صحابی کے دفاع کا "عملِ خیر" سرانجام دے رہے ہیں اور اس پر طرّہ یہ کہ جو شخص انکی رائے سے اختلاف کرے یہ اُسے فتویٰ کی زد میں لاکر خارجی، جاہل، گستاخ اور نہ جانے کیا کیا الاپنا شروع کر دیتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ـــــ جناب قاضی مظہر حسین صاحب نے تو اس سلسلہ میں کمال چابکدستی سے متقدمین کی سب عبارتوں تاویلوں اور دلیلوں کو اپنی رائے کے حق میں معروف و مجہول استعمال فرمایا ہے۔ قاضی صاحب نے امیرالمؤمنین خلیفۂ راشد سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع پر ۱۸۸ صفحات سیاہ کئے ہیں اس کے مندرجات جو دفاع کے نام پر رقم فرمائے ہیں قارئین ملاحظہ فرمائیں :

(۱) ـــ حضرت علی رضی اللہ عنہ بالاتفاق قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفۂ راشد ہیں ان کے اس مرکزی منصبِ خلافتِ راشدہ کو تسلیم کرنے کے بعد آپ سے جنگ کرنے والوں کو باغی ہی قرار دیا جائے گا[1]

(۲) ـــ انہوں نے اپنے اجتہاد کی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ سے اختلاف کیا لیکن ان سے اجتہادی خطا ہو گئی[2]

(۳) ـــ البتہ حضرت امیر معاویہ ہوں یا حکمین یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن عاص یا دوسرے صحابہ ان کے لئے یہ اجتہادی مسئلہ تھا۔ کیونکہ اس وقت یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ آیت استخلاف اور آیتِ تمکین کا مصداق حضرت علی المرتضیٰ ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین[3]

(۴) ـــ حضرتِ معاویہ وغیرہ صحابہ کرام کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے میں نے لکھدیا تھا کہ حضرت

---

[1] "دفاعِ معاویہؓ" مصنفہ قاضی مظہر حسین ص۲۲، ص۲۳

[2] قاضی مظہر حسین ص۲۵ [3] ص۲۵

علی کا موعودہ خلیفہ راشد ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے لیکن دَورِ صحابہ میں یہ نصوص صحابہ کے پیشِ نظر نہ تھیں کیونکہ آیت وحدیث میں خلفاء اربعہ کے نام نہیں تھے[۴]۔

(۵)۔ بحیثیتِ شرف صحابیت کے ہم حضرتِ معاویہ کے خلوص میں شُبہ نہیں کر سکتے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ سے اجتہادی خطار کا صدور ہو گیا تھا اور اس میں نہ کوئی بے اَدبی ہے نہ تنقیصِ شان[۵]۔

(۶)۔ حضرت علی کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا بلکہ گُناہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کو معزول کرنا یقیناً سخت نافرمانی ہے[۶]۔

(۷)۔ حضرت معاویہ کے متعلق جن لوگوں نے لکھا ہے باطل پر تھے۔

(۸)۔ ملکِ جائر تھے (ظالم بادشاہ)

(۹)۔ فاسق تھے ــــ صورتاً مراد ہے نہ کہ حقیقتاً[۷]

(۱۰)۔ اور مشاجراتِ صحابہ کے دَوران کسی کو علم نہ تھا کہ باقتضاء النّص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے موعودہ خلیفۂ راشد ہیں[۸]

قارئین! قاضی صاحب کی کتاب کے ان آٹھ حوالوں کو دوبارہ پڑھیں اور دیکھیں کہ قاضی صاحب نے سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کے رُوپ میں ان پر کیا کیا فردِ جرم عائد کی ہے اور ان کی شخصیت کو کن نکردہ الفاظ سے یاد کیا ہے انکی یہ عبارتیں پڑھ کر کون ہوگا جس کی لوحِ دل پر حضرتِ معاویہ کے بارے میں خیر، محبت، سلامتی، بُزرگی اور ان کے عدل وتقویٰ کے جذبات اُبھریں گے۔ مثبت تصوّر تو درکنار اُلٹا اِس قسم کا منفی یقین پیدا ہوگا کہ معاذ اللہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

۱ ــــ باغی تھے۔ (معاذ اللہ)

۲ ــــ خطاکار تھے۔ (معاذ اللہ)

۳ ــــ حضرت علی کی خلافت کے بارے میں حضرت معاویہ حضرت عمرو بن عاص حضرت ابوموسیٰ اشعری اور دیگر بُزرگ صحابہ جو حضرت معاویہ کے ساتھ تھے ان میں سے کسی کو یہ تک معلوم نہ تھا کہ آیتِ تمکین اور آیتِ استخلاف میں حضرت علی کی خلافت منصوص تھی اور (رضی اللہ عنہم)

---

[۴] ص ۲۵ [۵] ص ۲۶ [۶] ص ۲۷ [۷] ص ۲۸ [۸] ص ۵۴

۴ — یہ قرآنی نصوص صحابہ کے پیشِ نظر نہ تھیں ۔ (اعوذ باللہ)

۵ — امیرِ معاویہ کے خلوص پر تو شبہ نہیں کیا جا سکتا لیکن ان کا اجتہاد غلط تھا (معاذ اللہ)

۶ — حضرت علی کو معزول کرنے والے گناہ گار تھے ۔

۷ — یقیناً سخت نافرمان تھے ۔ (عیاذاً باللہ)

۸ — (حضرت معاویہ معاذ اللہ) باطل پر تھے ۔

۹ — ظالم بادشاہ تھے —— (استغفر اللہ)

۱۰ — فاسق تھے ۔

۱۱ — جمل وصفین کے جنگ جدال میں کسی کو قرآن میں خلافتِ موعودہ کا علم نہ تھا (اعاذنا اللہ من ھذہ الھفوات)

قارئین انصاف کریں کہ یہ حضرت معاویہ کا دفاع ہے یا ان پر جارحانہ حملہ ......؟

سیدنا معاویہؓ اور ان کے ہم نوا صحابہ کی شخصیت کشی کے جو فیصلے قاضی مظہر حسین صاحب کی عدالت نے سنائے ہیں اس کو اہلِ سنت کا مسلک مان لیا جائے تو میں پوچھتا ہوں رافضیوں، تبرائیوں اور سبائیوں پر لعن طعن کا کیا جواز ہے ۔ انہوں نے بھی تو حضرت معاویہ کو اسی بدتمیزی، تہمت طرازی، الزام تراشی اور دشنام بازی سے یاد کیا ہے ۔ ان کا بعینہٖ یہی موقف ہے شیعوں میں اور ایسے تمام اہلِ سنت والجماعت میں فرق صرف یہ رہ جاتا ہے کہ شیعہ جو کہتا ہے اس کا ظاہر و باطن ایک ہوتا ہے مگر یہ بزعمِ خود "اہلِ حق" اور "اہلِ سنت والجماعت" تاویل و توجیہ اور تعبیر کا بھی مہارا لے کر اپنے نفسِ امارہ کو مطمئنہ بنانے کی "سنیت" میں مگن رہتے ہیں —— اور وہ تعبیر پُر تزویر یہ ہے کہ اس ساری بکواس اور خرافات کے متعلق اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ یہ سب کچھ :

صورتاً مراد ہے حقیقتاً نہیں[۱] ——

اور اس سے صحابہ کی تنقیصِ شان بھی نہیں ہوتی[۲] —— واہ واہ کیا کہنے ؎

صبح کو پی شام کو توبہ کر لی ٭ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی ۔

اور اگر صرف قاضی مظہر حسین کو ان کے القاب اور سرکاری و درباری خطابات کے بغیر یاد کیا جاتا

---

[۱] قاضی مظہر حسین "دفاعِ معاویہؓ" ص ۲۸ [۲] ایضاً ص ۲۶

ہے تو ایسا کرنیوالا جاہل، گستاخ اور خارجی جبکہ قاضی مظہر حسین اور ان کے ہم عصر بھی کسی عارف باللہ سے منسلک ہیں اور ثانی صاحب کو ان میں سے بعض پر بجز کبر سنی کے اور کوئی فضیلت بھی تو نہیں ہے۔ اپنے اپنے دائرے میں کچھ ان کے متبعین ہیں تو کچھ محب و مخلص اور لوگوں کے بھی ہیں وہ بھی دین کا کام کرنے کے دعویدار ہیں اور لوگ بھی دین کا کام کر رہے ہیں لیکن لے قاضی صاحب اور رائے قاضی جی کے متبعین قاضی صاحب اور صحابۂ رسول میں باہم تقابلی نسبت ہی کیا ہے ؟ کبھی سوچا — ؟ کجا رام رام کجا ٹیں ٹیں — قاضی صاحب نے بھی بڑی چابکدستی اور جرأت سے صحابہ کو وہ سب کچھ کہا جو رافضی اور ایرانی خبیث کہتے ہیں مگر خدا ام اہل سنت کو ذرہ برابر احساس دامن گیر ہوا کہ صحابہ کی عظمت داغدار ہو رہی ہے۔ ہزار ہا تاویل و توجیہ بھی ان بدترین ریمارکس کو حسن کلام میں تبدیل نہیں کر سکتیں۔ بدتمیزی بہر نوع بدتمیزی ہے خواہ اسکی تاویل کتنے ادیبانہ پیرائے میں کیوں نہ کی جائے۔

اب قاضی مظہر حسین دیوبندی کے لیجئے قاضی صاحب اور مفتی احمد یار خاں مرحوم ایک صف میں :

ہم عصر بریلوی بزرگ مفتی احمد یار خاں صاحب کے قلم پارے بھی ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ یہ دیوبندی و بریلوی بزرگ سیدنا معاویہؓ کے بغض و عداوت میں کیسے متفق و متحد ہیں۔ ویسے بریلوی و دیوبندی آپس میں ایک دوسرے کو مشرک اور گستاخ رسول کے تحفے تبادلے میں پیش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کا سرد اور زہریلا لب و لہجہ ایک ہے۔ "واقعی امیر معاویہ اور اُن کے تمام ساتھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں باغی تھے" لے — قاضی صاحب نے بھی حضرت معاویہ کو باغی لکھا ہے حوالہ گزر چکا ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی لکھا اور شیعوں کا موقف بھی یہی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بغض ان دونوں دیوبندی بریلوی بزرگوں کے رگ و پے میں ایسا سرایت کر گیا ہے کہ دونوں نے ان کے ذکر کے بارے میں عامیانہ لب و لہجہ اختیار کیا ہے۔ اور رضی اللہ عنہ تک لکھنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی — مفتی احمد یار خاں صاحب نے بھی اُوپر والی عبارت میں حضرت معاویہؓ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ نہیں لکھا اور جناب قاضی مظہر حسین صاحب نے بھی حضرات صحابہ کا یوں ہی ذکر کیا۔

"حضرت معاویہ وغیرہ" ۲

لے "امیر معاویہ رضؓ" مفتی احمد یار خاں ص ۱۰۹ ۲ "دفاع معاویہ رضؓ" قاضی مظہر حسین ۱۳۲

ناقدین اور طعن کرنے والوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس لب ولہجہ میں صحابہ سے مخاطب ہونے والے بھی شیعیت سے متاثر ہیں۔ سبائیوں کے پراپیگنڈے کی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے تاریخی روایات میں تلبیس کی کہ مشیخت و تقدس کے بڑے بڑے خانقاہی ستون بھی ان کی تلبیس کی تاریکیوں میں گم ہو گئے اور شیعوں کا تمام لب ولہجہ رویہ اور اصطلاحات تک زبان زد خواص ہو گئیں۔ شخصیات کے بارے میں اسلوب اور لب ولہجہ ہی کسی لکھاری کے باطن کی غمازی کرتا ہے۔ صحابۂ کرام کو صحابی ماننا اور محبتِ اہلِ بیت کے نام پر انہیں ہدفِ ملامت بنانا یہی تو شیعیت ہے۔ اور قاضی مظہر حسین صاحب کی کتاب "دفاعِ معاویہ" میں لہجہ کی کاٹ اور سیدنا معاویہ اور ان کے ہم نوا صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق رویہ اور ریمارکس نصیر الاجتہادی کے انداز سے ہرگز کم نہیں ہے

آہ ہم کس خیال میں گم تھے ——؟ دوستی کے لباس میں تم تھے

(باقی آئندہ)

قائدِ احرار تُو ....

شمس الاسلام بہاری

جانشین امیر شریعتؒ سید ابو معاویہ ابوذر بخاری کی نذر

سرفروشوں کے لئے ہے مرکزِ افکار تُو۔؟ پیکرِ علم و عمل اور زبدۂ اخیار تُو۔؟

ابنِ میرؒ ہم وزیرو کاشفِ اسرار تُو۔؟ تیرا دشمن روسیہ! اور مطلعِ انوار تُو۔؟

رائے پوریؒ[1] اور بخاریؒ[2] سے ملا ہے تجھ کو فیض اُن کی صحبت کے ثمر سے وارثِ ابرار تُو۔؟

جرأتِ شیخؒ[3] و حبیبؒ[4] اور فکرِ افضلؒ[5] حق و تاجؒ[6] منعکس تجھ میں ہیں اور ہے موجبِ افتخار تُو؟

حلقۂ احرار کا ہر فرد ہے تیرا رفیق!

معشرِ احرار تجھ سے قائدِ احرار تُو۔؟

---

[1] مرشد احرار و بخاری حضرۃ قطب العصر مولانا الشیخ شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ۔ [2] حضرۃ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ [3] حضرۃ شیخ حسام الدینؒ۔ [4] حضرۃ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ [5] جناب چوہدری افضل حقؒ [6] ماسٹر تاج الدین انصاری لدھیانویؒ

سید محمد یونس بخاری
گجرات

نعتِ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

میرا پیکر میری ہستی ہے عنایت اُن کی
لاجرم ! شاملِ احوال ہے رحمت اُن کی

کیا کہوں گنبدِ خضریٰ کا تقدس لوگو !
عرشِ اعلیٰ سے فزوں جائے سکونت اُنکی

مخزنِ جُود و کرم سرورِ کونین کی ذات
رونقِ بزمِ جہاں یادِ عقیدت اُن کی

آج بکھرا ہوا دُنیا کا جو شیرازہ ہے
آج بھی چارۂ ہر درد شریعت اُن کی

دیکھنے والے اگر دیدۂ دل سے دیکھیں
لفظِ اسلام میں پنہاں ہے حقیقت اُنکی

میرے ماں باپ میری جان تصدق ان پر
میرے ہر اَنگ میں رقصاں ہے محبت اُنکی

راحتِ قلب وجگر نازو وقارِ آدم
میرے ایماں کا نگیں ختمِ نبوت اُن کی

نعت لکھنے کی جو توفیق ملی ہے یُونسؔ
بالیقیں اُنکا کرم اور ہے شفقت اُن کی

علامہ اقبال مرحوم

فلسفۂ ختمِ نبوّت

اس سے پہلے کہ ہم اپنی بحث میں آگے بڑھیں ضروری ہے کہ اسلام کے ایک نہایت ہی اہم اور بنیادی تصور —— میرا مطلب ہے عقیدۂ ختمِ نبوت (مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ[1] (۴۰:۳۳) مترجم) کی ثقافتی قدر و قیمت پورے طور پر ذہن نشین کر لی جائے۔

ایک اعتبار سے نبوت کی تعریف یُوں بھی کی جا سکتی ہے کہ یہ شعورِ ولایت کی وُہ شکل ہے جس میں وارداتِ اتحاد اپنے حدود سے تجاوز کر جائیں اور اُن قوتوں کی پھر سے رہنمائی یا از سرِ نو تشکیل کے وسائل ڈھونڈتی ہیں جو حیاتِ اجتماعیہ کی صُورت گری ہیں۔ گویا انبیاء کی ذات میں زندگی کا مُتناہی مرکز (انسانی خودی۔ مترجم) اپنے لامتناہی اعماق میں ڈوب جاتا ہے (اپنے مبدار وجود سے اتصال کی بدولت۔ مترجم) تو اس لیے کہ پھر ایک تازہ قوت اور زور سے اُبھر سکے وُہ ماضی (یعنی انسان جس راستے پر چل رہا تھا۔ مترجم) کو مٹاتا اور پھر زندگی کی نئی نئی راہیں اس پر منکشف کر دیتا ہے۔ (تاکہ ایک نئی ہیئتِ اجتماعیہ کی تعمیر ہو سکے مترجم) لیکن اپنی ہستی اور وجود کی اساس سے انسان کا یہ تعلق کچھ اُسی کے لیے مخصوص نہیں۔ قرآن مجید نے لفظِ وحی کا استعمال جن معنوں میں کیا ہے' اُن سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ وحی خاصۂ حیات ہے اور ایسا ہی عام جیسے زندگی۔ یہ دُوسری بات ہے کہ جُوں جُوں اس کا گزر مختلف مراحل سے ہوتا یا یُوں کہیے کہ جیسے جیسے وُہ ارتقاء اور نشوونما حاصل کرتی ہے ویسے ہی اس کی ماہیت اور نوعیت بھی بدلتی رہتی ہے۔ یہ کسی پُودے کا زمین کی پہنائیوں میں آزادانہ سر نکالنا، یہ کسی حیوان میں ایک نئے ماحول کے مطابق کسی نئے عضو کا نشوونما، یہ انسان کا خود اپنی ذات اور وجود میں زندگی کی گہرائیوں سے نُور اور

٭ یہ مضمون "تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ" سے اخذ کیا گیا ہے، جو حضرت علامہؒ کے اُن مایہ ناز انگریزی خطبات کا اُردو ترجمہ ہے' جو انہوں نے 'مدراس مسلم ایسوسی ایشن' کی دعوت پر ۲۹-۱۹۲۸ء میں مدراس، حیدر آباد اور علیگڑھ میں ارشاد فرمائے۔ یہ خطبات فلسفیانہ رنگ میں اپنے موضوع پر ایک اچھوتی تخلیق ہیں۔

[1] (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں (الاحزاب آیت ۴۰)

روشنی حاصل کرنا، یہ سب وحی کی مختلف شکلیں ہیں۔ جو اس لیے بدلتی چلی گئیں کہ اس کا تعلق جس فرد سے تھا یا جس نوع میں اس کا شمار ہوتا تھا اس کی مخصوص ضروریات کچھ اور تھیں۔ اب بنی نوعِ انسان کے عالمِ صغر سنی میں ایسا بھی ہوا کہ اس کی نفسی توانائی کا نشو و نما (جس کا اظہار غور و فکر، ارادہ و اختیار، ادراک و تعقل، حکم، تصدیق یعنی اعمالِ ذہنی میں ہوتا ہے۔ مترجم) شعور کی وُہ صورت اختیار کر لے جسے ہم نے شعورِ نبوت سے تعبیر کیا ہے اور جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس شعور کی موجودگی میں نہ تو افراد کو خود کسی چیز پر حکم لگانا پڑے گا، نہ اُن کے سامنے یہ سوال ہوگا کہ اُن کی پسند کیا ہو اور ناپسندیدگی کیا؟ اُنہیں یہ بھی سوچنے کی ضرورت نہیں ہوگی کہ وُہ اپنے لیے کیا راہِ عمل اختیار کریں؟ یہ سب باتیں گویا پہلے ہی سے طے شدہ ہوں گی، یہ نہیں کہ اُنہیں اس بارے میں خود اپنے فکر اور انتخاب سے کام لینا پڑے (معروف و منکر، امر اور نہی، کی تعیین میں لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ[1]: شعورِ نبوت کو گویا کفایتِ فکر اور انتخاب سے تعبیر کرنا چاہیئے (کیونکہ اس طرح ہمیں فرداً فرداً ان اُمور کا فیصلہ نہیں کرنا پڑتا صرف ایک فرد کا حکم اور انتخاب ہماری رہنمائی کے لیئے کافی ہوتا ہے مترجم) لیکن جہاں عقل نے آنکھ کھولی (تاکہ ذہنِ انسانی کو خود اپنی بصیرت، فہم اور تدبر سے کام لینے کا موقع ملے، یہ امر بھی منجملہ اُن مقاصد کے ہے جو نبوت کے پیشِ نظر ہوتے ہیں۔ مترجم) اور قوتِ تنقید بیدار ہوئی تو پھر زندگی کا مفاد اسی میں ہے کہ ارتقائے انسانی کے اوّلین مراحل میں ہماری نفسی توانائی کا اظہار جن ماورائے عقل طریقوں سے ہوا تھا اُن کا ظہور اور نشو و نما رُک جائے۔ انسان جذبات کا بندہ ہے اور جبلتوں سے مغلوب رہتا ہے (جن کو اگر ٹھیک راستے پر نہ ڈالا جائے تو ایک دوسرے سے رقابت اور فسادِ اخلاق کو تحریک ہوتی ہے۔ جس کا انجام ہے ہلاکت۔ مترجم) وُہ اپنے ماحول کی تسخیر کر سکتا ہے تو عقلِ استقرائی کی بدولت (جس میں وُہ اصولِ علم کی بناء پر عالمِ خارجی کا مطالعہ کرتا ہے۔ مترجم) لیکن عقلِ استقرائی اس

---

[1] ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اُتاری ان کے ساتھ کتاب اور ترازو تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں (سورۃ الحدید آیت ۲۵)

کے اپنے حاصل کرنے کی چیز ہے۔ (تجربے اور امتحان، مشاہدے اور تحقیق و تجسس کی حدود سے مترجم) جسے ایک دفعہ حاصل کر لیا جائے تو پھر مصلحت اسی میں ہے کہ حصولِ علم کے اور جتنے بھی طریق ہیں اُن پر ہر پہلو سے بندشیں عائد کر دی جائیں تاکہ مستحکم کیا جائے تو صرف عقلِ استقرائی کو (عالمِ فطرت کی تسخیر اور زندگی کو واقعیت کی نظر سے دیکھنے کی خاطر۔ مترجم) اس میں کوئی شک نہیں کہ دُنیائے قدیم نے بڑے بڑے عظیم نظاماتِ فلسفہ پیدا کئے (تعلیماتِ نبوت سے باہر محض حکیمانہ غور و فکر کی بدولت۔ مثلاً ارضِ یونان یا قدیم ہندوستان میں۔ مترجم) مگر یہ اُس وقت جب انسان اپنی زندگی کے ابتدائی مراحل سے گزر رہا اور اس پر ایما اور اشارے کا غلبہ تھا۔ (یعنی وُہ اپنی عقل اور سمجھ کی بجائے وہی کچھ کرنے لگتا تھا جو دوسرے کرتے تھے۔ مترجم) لہٰذا ماضی کے یہ فلسفیانہ نظامات مجرّد فکر کی بنار پر مرتب ہوئے، لیکن مجرّد فکر کی بنار پر ہم زیادہ سے زیادہ کچھ کر سکتے ہیں تو یہ کہ مذہبی عقائد اور مذہبی روایات میں تھوڑا بہت ربط و ترتیب پیدا کر دیں۔ رہا یہ امر کہ عملی زندگی میں ہمیں جن احوال سے فی الواقع گزر کرنا پڑتا ہے۔ اُن پر قابو حاصل کیا جائے تو کیسے؟ اس کا فیصلہ فکرِ مجرّد کی بنار پر نہیں کیا جا سکتا۔ (اور یہی فی الحقیقت مسئلہ ہے زندگی کا خواہ اس میں کوئی بھی راستہ اختیار کیا جائے۔ مترجم) اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یوں نظر آتے گا جیسے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی حیثیت دُنیائے قدیم اور جدید کے درمیان ایک واسطہ کی ہے (جس کا ظہور آپ کی تعلیمات کی بدولت ہوا۔ مترجم) بہ اعتبار اپنے سرچشمۂ وحی کے آپ کا تعلق دُنیائے قدیم سے ہے (جس کی آپ نے رہنمائی کی۔ مترجم) لیکن بہ اعتبار اس کی رُوح کے دُنیائے جدید سے۔ یہ آپ ہی کا وجود ہے کہ زندگی پر علم و حکمت کے وُہ تازہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس کے آئندہ رُخ کے عین مطابق تھے (یعنی جن کی زندگی کو رہنمائی کے لیے ضرورت تھی۔ مترجم) لہٰذا اسلام کا ظہور جیسا کہ آگے چل کر خاطر خواہ طریق پر ثابت کر دیا جائے گا، استقرائی عقل کا ظہور ہے۔

اسلام میں نبوّت چونکہ اپنے معراجِ کمال کو پہنچ گئی، لہٰذا اس کا خاتمہ ضروری ہو گیا۔ اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اس کے شعورِ ذات کی تکمیل ہو گی تو یونہی کہ وُہ خود اپنے وسائل سے کام لینا سیکھے۔ (جیسا کہ

تعلیماتِ قرآنی کا مقصود بھی ہے ۔ مترجم) یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اگر دینی پیشوائی کو تسلیم نہیں کیا یا موروثی بادشاہت کو جائز نہیں رکھا یا بار بار عقل اور تجربے پر زور دیا یا عالمِ فطرت اور عالمِ تاریخ کو علمِ انسانی کا سرچشمہ ٹھہرایا تو اس لیے کہ اِن سب کے اندر یہی نکتہ مضمر ہے ۔ (کہ انسان اپنے وسائل سے کام لے' اس کے قوائے فکر و عمل بیدار ہوں اور وُہ اپنے اعمال و افعال کا آپ جواب دِہ ٹھہرے ۔ مترجم) کیونکہ یہ سب تصورِ خاتمیت ہی کے مختلف پہلو ہیں ۔ لیکن یہاں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ حیاتِ انسانی اب وارداتِ باطن سے' جو باعتبارِ نوعیّت (اِن معنوں میں کہ اس کا تعلق ادراک بالحواس سے نہیں ۔ مترجم) انبیاء کے احوال و واردات سے مختلف نہیں ، ہمیشہ کے لیئے محروم ہو چکی ہے ۔ قرآنِ مجید نے آفاق و اَنفُس[1] دونوں کو علم کا ذریعہ ٹھہرایا ہے اور اس کا ارشاد ہے کہ آیاتِ الہٰیہ کا ظہور محسوسات و مُدرکات (محسوسات' یعنی ہماری وارداتِ شعور' ہمارے داخلی احوال اور تجربات اور مُدرکات' یعنی ہمارے وُہ مشاہدات جن کا تعلق عالمِ فطرت کے مطالعہ سے ہے ۔ مترجم) میں' خواہ ان کا تعلق خارج کی دُنیا سے ہو یا داخل کی، ہر کہیں ہو رہا ہے ۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے اس کے ہر پہلو کی قدر و قیمت کا کماحقہٗ اندازہ کریں اور دیکھیں کہ اس سے حصولِ علم میں کہاں تک مدد مل سکتی ہے (لہٰذا اس کی تنقید لازم ٹھہری ۔ مترجم) حاصلِ کلام یہ کہ تصورِ خاتمیت سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے کہ زندگی میں اب صرف عقل ہی کا عمل دخل ہے، جذبات کے لیئے اس میں کوئی جگہ نہیں ۔ یہ بات نہ کبھی ہو سکتی ہے ، نہ ہونی چاہیئے ۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وارداتِ باطن کی کوئی بھی شکل ہو ہمیں بہرحال حق پہنچتا ہے کہ عقل اور فکر سے کام لیتے ہوئے اس پر آزادی کے ساتھ تنقید کریں، اس لیے کہ اگر ہم نے ختمِ نبوت کو مان لیا تو گویا عقیدۃً یہ بھی مان لیا کہ اب کسی شخص کو اس دعوے کا حق نہیں پہنچتا کہ اس کے علم کا تعلق چونکہ کسی مافوق الفطرت سرچشمے

---

[1] حضرت علامہ نے انگریزی میں 'آفاق و اَنفُس' کا مرادف Self and world لکھا ہے ۔ ملاحظہ
The Reconstruction of Religious Thought in Islam,
Page 120. By Sir Muhammad Iqbal II Edition 1934.

سے ہے لہٰذا ہمیں اس کی اطاعت لازم آتی ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ختمیت کا تصور ایک طرح کی نفسیاتی قوت ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ انسان کی باطنی واردات اور احوال کی دُنیا میں بھی علم کے نئے نئے راستے کھل جائیں۔ (اور ہم اُن کا مطالعہ عقل و فکر اور تعلیمات نبوت کی روشنی میں کریں۔ مترجم) بعینہٖ جس طرح اسلامی کلمہ (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ مترجم) کے جزوِ اوّل نے انسان کے اندر یہ نظر پیدا کی کہ عالمِ خارج کے متعلق اپنے محسوسات و مدرکات (بالفاظِ دیگر مظاہرِ فطرت یا قُوائے طبیعیہ۔ مترجم) کا مطالعہ نگاہِ تنقید سے کرے اور قُوائے فطرت کو الُوہیت کا رنگ دینے سے باز رہے۔ (یعنی ان کو دیوی دیوتا تصور نہ کرے۔ مترجم) جیسا کہ قدیم تہذیبوں کا دستور تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ صوفیانہ واردات کو خواہ اُن کی حیثیت کیسی بھی غیر معمولی اور غیر طبعی کیوں نہ ہو ایسا ہی فطری اور طبعی سمجھیں جیسے اپنی دُوسری واردات اور اس لیئے ان کا مطالعہ بھی تنقید و تحقیق کی نگاہوں سے کریں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طرزِ عمل بھی یہی تھا۔[1]

کروڑ لعل عیسن چک نمبر ۹۳ ٹی ڈی میں مرزائیوں کی سرگرمیاں

چک نمبر ۹۳ ٹی ڈی کروڑ لعل عیسن میں مرزائیوں کی سرگرمیاں تشویشناک ہیں۔ امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے مرزواڑہ میں لاؤڈ سپیکر پر اذانیں دے رہے ہیں اور علاقہ میں مرزائی مذہب کی تبلیغ کر رہے ہیں جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہو رہے ہیں۔ قبل اس کے کہ حالات وہاں بھی کوئی سنگین صورت اختیار کر جائیں انتظامیہ فوراً نوٹس لے اور آرڈیننس پر عمل درآمد کراتے ہوئے مرزواڑہ سے اذان بند کرائے۔

---

[1] تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ ۱۹۱ مترجمہ سید نذیر نیازی۔ شائع کردہ بزمِ اقبال، لاہور

۵۲ —

یقین کیجئے یورپ سے بڑھ کر آج انسان کے اخلاقی ارتقا میں بڑی رکاوٹ اور کوئی نہیں۔ برعکس اس کے مسلمانوں کے نزدیک اِن بنیادی تصورات کی اَساس چونکہ وحی و تنزیل پر ہے، جس کا صدور رہی زندگی کی انتہائی گہرائیوں سے ہوتا ہے۔ لہٰذا وُہ اپنی ظاہری خارجیت (بمقابلہ ہماری ذات کے۔ مترجم) کو ایک اندرونی حقیقت میں بدل دیتی ہے۔ (کیونکہ اس سے درحقیقت ہماری فطرت ہی کی ترجمانی ہوتی ہے۔ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[۱]۔ مترجم) ہمارے لیے تو زندگی کی رُوحانی اَساس ایمان و یقین کا معاملہ ہے جس کی خاطر ایک غیر تعلیم یافتہ مسلمان بھی برضا و رغبت اپنی جان دے دے گا۔ پھر اسلام کے اس بنیادی تصور کے پیشِ نظر کہ وحی کا دروازہ[۵] ہمیشہ کے لیے بند ہے، لہٰذا اب کوئی ایسی وحی نہیں کہ ہم اُس کے مکلف ٹھہریں۔ ہماری جگہ دُنیا کی اُن قوموں میں ہونی چاہیئے جو روحانی اعتبار سے سب سے زیادہ استخلاص حاصل کر چکی ہیں۔ (ہماری جگہ سب سے زیادہ استخلاص یا نجات یافتہ قوموں میں ہونی چاہیئے۔ یعنی بحالتِ موجودہ۔ لیکن ہم خود سب سے زیادہ ”استخلاص یافتہ“ قوم ہیں یعنی روحانی اعتبار سے جو آزادی اور حُریت ہمیں حاصل ہے اور کسی قوم کو حاصل نہیں اور یہی فی الحقیقت حضرتِ علامہؒ کا مطلب بھی ہے۔ مترجم) شروع شروع کے مسلمانوں کو جنہوں نے ایشیائے قبل۔ اسلام کی روحانی غلامی سے نجات حاصل کی تھی اسلام کے اس بُنیادی تصور (خاتمیت۔ مترجم) کی ٹھیک ٹھیک حقیقت سمجھنے سے قاصر رہے۔ لیکن ہمیں چاہیئے آج اپنے اس مَوقف کو سمجھیں (کہ بابِ نبوت ہر نوع اور ہر جہت سے مسدُود ہے۔ مترجم) اور اپنی حیاتِ اجتماعیہ کی از سرِ نو تشکیل اسلام کے بنیادی اصولوں کی رہنمائی میں کریں، تا آنکہ اس کی وُہ غرض و غایت جو ابھی تک صرف جُزوًا ہمارے سامنے آئی ہے، یعنی اُس رُوحانی جمہُوریت کا نشو و نما جو اس کا مقصود و منتہا ہے، تکمیل کو پہنچ سکے۔

---

۵ یہ اقتباس بھی تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ سے لیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب مذکور کا ص ۲۷۶

۱ اگر تم جانو تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ سورۃ الصف آیت ۱۱

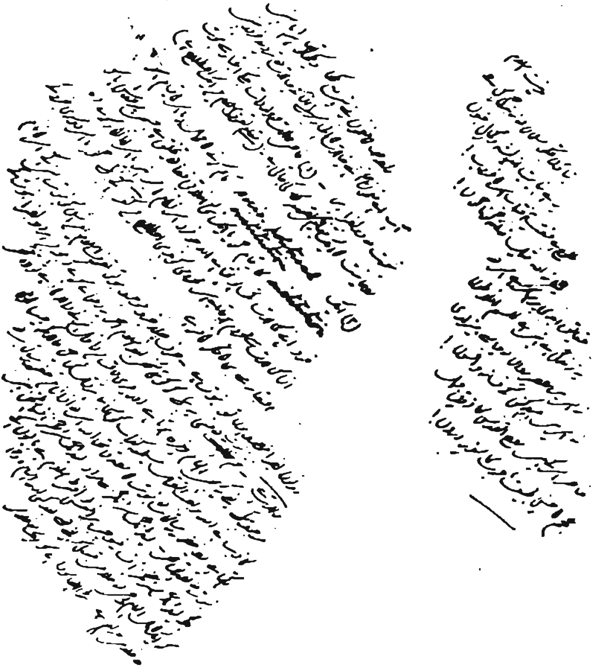

Dr. Sir Mohd. Iqbal Kt.
M.A. Ph.D. LL.D
Barrister-at-Law

Lahore

Dated ______ 193

مسئلہ ختم نبوت پر حضرت علامہؒ کی ایک تاریخی تحریر کا عکس (۱)

سے باقی [illegible] مضمون سے نجات ہو جائے

اور لطف یہ کہ نبی [illegible] نہ صرف [illegible] نہیں

بلکہ آزادی ہے کیونکہ اس کی بنیاد اسلام دین فطرت ہے

یعنی فطرت صحیحہ اس کو خود بخود قبول کرتی ہے۔ فطرت کا

اس خود بخود قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احکام زندگی کی گہرائیوں سے

پیدا ہوتے ہیں۔ اگر یہ [illegible] فطرت ہے۔ ایسے احکام [illegible] جگہ

[illegible] الفاظ [illegible] ہر جانب کر دیا ہے اور جس پر [illegible] عمل کرنے پر

مجبور ہیں۔ اسلام کو دین فطرت [illegible] کرنے کا کام تشریح سے

اور ایک لفظ میں [illegible] یہ ہے کہ وہ ایک کیفیت کو اپنے اندر پیدا کرے

اس کیفیت کو [illegible] سے تعبیر کیا ہے۔ ۔ ع

محمد اقبال

[illegible]

[illegible]

ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے۔۔ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل۔ مسیلمہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا، حالانکہ جیسا طبری لکھتا ہے وہ حضور رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کا مصدق تھا اور اس کی اذان میں حضور رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کی تصدیق تھی۔"

علامہ اقبالؒ

۳۰

راجہ صاحب کا مضمون میں نے نہیں دیکھا۔ دیکھا تو تھا پڑھا نہیں۔ آپ اپنے مضمون میں اپنے خیالات کا اظہار کیجئے۔ اُن کے خیالات کی تردید ضروری نہیں۔

نبوّت کے دو اجزا ہیں:

(۱) خاص حالات و واردات، جن کے اعتبار سے نبوت روحانیت کا ایک مقامِ خاص تصور کی جاتی ہے۔ (مقام تصوّف اِسلام میں ایک اصطلاح ہے۔)

(۲) ایک Socio-Political Institution قائم کرنے کا عمل یا

---

۵ نمبر۲،۳ کے ذیل میں دی گئی تحریریں ۱۹۲۵ء میں حضرتِ علامہؒ نے سیّد نذیر نیازی، تب ایڈیٹر طلوعِ اسلام (دہلی) کے نام لکھیں۔ ان کا شانِ نزول خود اُنہی کی زبانی سُنیئے:

'..... (ان) کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ۳۴ء میں انجمن احمدیہ اشاعتِ اسلام، لاہور کے انگریزی ہفت روزہ' لائٹ' نے بلاوجہ حضرتِ علامہؒ کے انگریزی خطبات بالخصوص پانچویں خُطبے پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی کہ یہ جو حضرت علامہؒ کہتے ہیں کہ بابِ نبوّت مسدود ہے یہ دراصل مغرب سے مرعوبیت کا نتیجہ ہے۔ حضرتِ علامہؒ نے کہیں 'عقلِ استقرائی' کا ذکر کر دیا تھا۔ مدیرِ' لائٹ' اس کا صحیح مفہوم تو سمجھ نہ سکے۔ انہوں نے فرمایا یہ دیکھیے اقبالؒ عقل کو نبوت پر ترجیح دیتا ہے۔ یہ مغرب زدگی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ مضمون شائع ہوا تو راجہ حسن اخترؔ صاحب نے انگریزی زبان ہی میں مدیرِ' لائٹ' کے نام ایک خط لکھا جس میں اُن کے غلط خیال کی تردید بڑے معقول طریقے سے کی گئی تھی۔ اتفاق سے لاہور میں راجہ صاحب سے' لائٹ' کے اس مضمون کا ذکر آ گیا۔ میں نے عرض کیا یہ پرچہ چونکہ ایک انجمن کا ہے جس کی ایک مخصوص دعوت ہے لہٰذا مجھے اس کا ترجمہ اُردو میں شائع کر دینا چاہیئے۔ حضرتِ علامہؒ نے بھی اس خیال سے اتفاق فرمایا۔ پھر جب ضمناً بعض دوسرے مسائل کی وضاحت ضروری نظر آئی اور میں نے حضرت علامہ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے ازراہِ عنایت (یہ) دو تحریریں مرحمت فرمائیں' (مکتوباتِ اقبالؒ، ص۳۰، مرتبہ سیّد نذیر نیازی) یہ طویل اقتباس صرف اس لیئے درج کیا گیا ہے تاکہ آپ ان تحریروں کے پس منظر سے پُوری طرح آگاہ ہو سکیں۔

اس کا قیام۔ اس Institution کا قیام گو ایک نئی اخلاقی فضا کی تخلیق ہے۔ جس میں پرورش پاکر فرد اپنے کمالات تک پہنچتا ہے۔ اور جو فرد اس نظام کا ممبر نہ ہو یا اس کا اِنکار کرے وُہ ان کمالات سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس محرومی کو مذہبی اصطلاح میں کُفر کہتے ہیں۔ گویا اس دُوسری جُزو کے اعتبار سے نبی کا مُنکر کافر ہے۔

دونوں اجزاء موجود ہوں تو نبوّت ہے۔ صرف پہلا جُزو موجود ہو تو تصوّفِ اسلام میں اس کو نبوّت نہیں کہتے۔ اس کا نام ولایت ہے۔

ختمِ نبوّت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزاء نبوّت کے موجود ہیں یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل[5]۔ مُسیلمہ کذّاب کو اسی بناء پر قتل کیا گیا حالانکہ طبری[11] لکھتا ہے وُہ رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوّت کا مصدق تھا۔ اور اس کی اذان میں حضور رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوّت کی تصدیق تھی[12]۔

لیڈنگ سٹرنگز[13] Leading Strings سے مراد لیڈنگ سٹرنگز آف ریلیجن نہیں بلکہ

---

٥ خط کشیدہ الفاظ میں دی گئی یہ عبارت وہی ہے جسے بشیر احمد صاحب ڈار نے اپنی کتاب انوارِ اقبال میں حذف کر دیا ہے۔ جبکہ علامہ مرحوم کی تحریر کے عکسی متن میں یہ موجود ہے اور صاف پڑھی جاتی ہے۔

[11] ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، تیسری صدی ہجری کے مایہ ناز مُسلمان مؤرخ، محدث اور مفسر۔

[12] علامہ طبری کے الفاظ یہ ہیں: "کَانَ یُؤَذِّنُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیَشْھَدُ فِی الْاَذَانِ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَکَانَ الَّذِیْ یُؤَذِّنُ لَہٗ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ النَّوَاحَۃَ وَکَانَ الَّذِیْ یُقِیْمُ لَہٗ حُجَیْرُ ابْنُ عُمَیْرٍ وَیَشْھَدُ لَہٗ وَکَانَ مُسَیْلَمَۃَ اِذَا دَنَا حُجَیْرٌ مِّنَ الشَّھَادَۃِ قَالَ صَرِّحْ حُجَیْرُ فَیَزِیْدُ بِھَا فِیْ صَوْتِہٖ وَیُبَالِغُ التَّصْدِیْقَ نَفْسَہٗ" (تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۴۴) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اذان دیتا تھا کہ ــــ محمد ــــ اللہ کے رسول ہیں۔ (مسیلمہ کے لیے) اذان عبداللہ بن النواحہ دیتا اور اقامت حجیر بن عمیر کہتا اور جب حجیر شہادت کے قریب پہنچتا تو مسیلمہ کہتا اے حجیر خوب زور سے کہو (یعنی شہادت کو بلند آواز سے کہو) تاکہ لوگوں کو اچھی طرح سُنائی دے۔ پس حجیر آواز کو بلند کرتا۔ اس طرح مسیلمہ اپنی تصدیق میں مبالغہ کرتا۔

[13] یہ اشارہ ہے حضرتِ علامہ کے پانچویں لیکچر کے اُس جملہ کی طرف جس میں کہا گیا ہے کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر نہ

لیڈنگ سٹرنگز آف فیوچر یہ انفلس آف اسلام ہے ۔ یا یوں کہئیے کہ ایک کامل الہام و وحی کی غلامی قبول کر لینے کے بعد کسی اور الہام اور وحی کی غلامی حرام ہے ۔ بڑا اچھا سودا ہے کہ ایک کی غلامی سے باقی سب غلامیوں سے نجات ہو جائے اور لطف یہ کہ نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی. غلامی نہیں بلکہ آزادی ہے ۔ کیونکہ اُس کی نبوت کے احکام دینِ فطرت ہیں یعنی فطرتِ صحیحہ ان کو خود بخود قبول کرتی ہے ۔ فطرتِ صحیحہ کا انہیں خود بخود قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احکام زندگی کی گہرائیوں سے پیدا ہوتے ہیں : اس واسطے عین دینِ فطرت ہیں[1] ایسے احکام نہیں جن کو ایک مطلق العنان حکومت نے ہم پر عائد کر دیا ہے اور جن پر ہم محض خوف سے عمل کرنے پر مجبور ہیں ۔ اسلام کو دینِ فطرت کے طور پر Realise[2] کرنے کا نام تصوف ہے ۔ اور ایک اخلاص مند مسلمان کا فرض یہ ہے کہ وُہ اس کیفیت کو اپنے اندر پیدا کرے ۔ اس کیفیت کو میں نے لفظ Emancipation[3] سے تعبیر کیا ہے ۔

محمد اقبال[4]

'Life can not for ever be kept in leading strings.' زندگی بسر نہیں کر سکتا

('The Reconstruction of Religious Thought in Islam' Page 120.

By Sir Muhammad Iqbal)

[1] ثابت

[2] نجات

[3] 'انوارِ اقبال' صفحہ مرتبہ بشیر احمد ڈار شائع کردہ 'اقبال اکادمی' کراچی

۴

(۱) عقل اور وحی کا مقابلہ یہ فرض کر کے کہ دونوں علوم کے مآخذ ہیں درست نہیں ہے۔ علوم کے کے مآخذ انسان کے حواس اندرونی و بیرونی ہیں۔ عقل ان حواسِ ظاہری و معنوی کے انکشافات کی تنقید کرتی ہے اور یہی تنقید اس کا حقیقی Function[1] ہے اور بس۔ مثلاً آفتاب مشرق سے طلوع کرتا ہے اور مغرب کی طرف حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ یہ حواسِ ظاہری کا انکشاف ہے۔ عقل کی تنقید کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ حواس کا انکشاف درست نہ تھا۔

(۲) وحی کا Function[1] حقائق کا انکشاف ہے یا یوں کہیے کہ وحی تھوڑے وقت میں ایسے حقائق کا انکشاف کر دیتی ہے جن کو مشاہدہ برسوں میں بھی نہیں کر سکتا۔ گویا وحی حصولِ علم میں جو Time[2] کا عنصر ہے اس کو خارج کرنے کی ایک ترکیب ہے۔ انسان کی ترقی کے ابتدائی مراحل میں اس ذریعۂ علم کی بے انتہا ضرورت تھی کیونکہ ان مراحل میں انسان کو اُن مقامات کے لیے تیار کیا جا رہا تھا جن پر پہنچ کر وہ قوائے عقلیہ کی تنقید سے خود اپنی محنت سے علم حاصل کرے۔ **محمد عربی** (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش انسانی ارتقاء کے اُس مرحلے پر ہوئی جبکہ انسان کو استقرائی علم سے روشناس کرانا مقصود تھا۔ میرے عقیدہ کی رُو سے بعد وحیِ محمدی کے الہام کی حیثیت محض ثانوی ہے۔ سلسلہ تو الہام کا جاری ہے مگر الہام بعد وحیِ محمدی حجت نہیں سوائے اس کے کسی شخص کے لیے جس کو الہام ہوا ہو۔ بالفاظِ دیگر بعد وحی محمدی الہام ایک پرائیویٹ Fact[3] ہے۔ اس کا کوئی سوشل[4] مفہوم یا وقعت نہیں ہے۔

میں نے پچھلے خط میں لکھا تھا کہ نبوت کی دُوسری حیثیت ایک -Socio

---

[1] منشا، غرض و غایت

[2] وقت

[3] کسی ایک ذات سے تعلق رکھنے والی حقیقت۔

[4] معاشرتی و سماجی

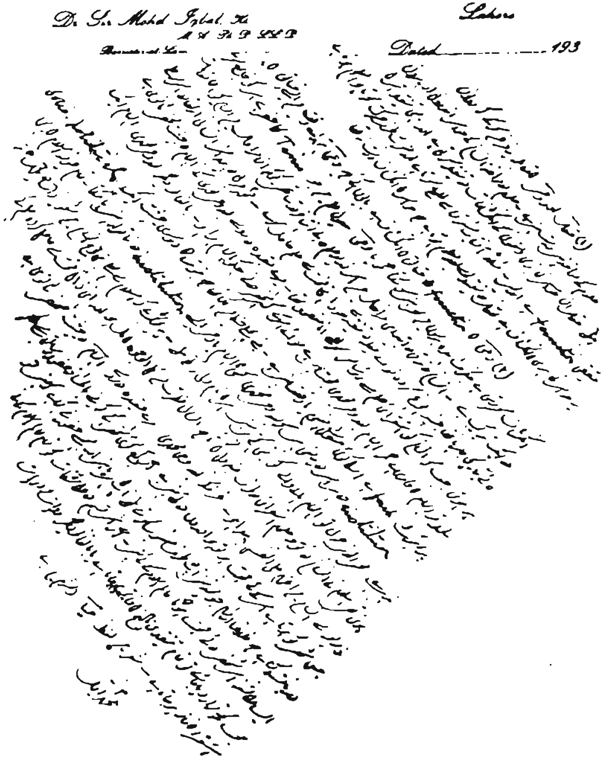

مسئلہ ختمِ نبوت پر حضرت علامہؒ کی ایک تاریخی تحریر کا عکس (۲)

Political Institution[1] کی ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ بعدِ وحی محمدی کسی کا الہام یا وحی ایسے Institution[2] کی بنا رقرار نہیں پاسکتا۔ تمام صُوفیۂ اسلام کا یہی مذہب ہے۔ محی الدین عربی[3] تو الہام پانے والے کو نبی کہتے ہی نہیں، اس کا نام ولی رکھتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اسلام سے پہلے ہی نوعِ انسان میں شعورِ ذات کی تکمیل نہ ہوئی تھی۔ اسلام نے انسان کی توجہ علُومِ استقرائی کی طرف مبذول کی تاکہ انسانی فطرت بِی کلِ الوجود کامِل ہو اور اپنی ذاتی محنت سے حاصل کردہ علم کے ذریعہ سے اِنسان میں اعتماد علی النفس پیدا ہو۔ غرضیکہ بعد وحی محمدی میرے عقیدہ کی رُو سے الہام کی حیثیت محض ثانوی ہے جس شخص کو ہوتا ہے اس کے لیئے حُجت ہو تو ہو' اوروں کے لیئے نہیں ہے۔ اگر آج کوئی شخص کہے کہ میں نے بالمشافہ حضور رسالتماب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مِل کر دریافت کیا ہے کہ فُلاں ارشاد جو محدثین آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں، آپ کا ہے یا نہیں؟ اور مجھے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا ہے کہ نہیں، تو ایسا مُکاشفہ اُس شخص کے لیئے حُجت ہوگا' تمام عالمِ اسلام کے لیئے نہیں۔ اگر اس قسم کے مُکاشفات کو تمام عالمِ اسلام کے لیئے حُجت قرار دیا جائے تو عام تنقیدی تاریخ کا خاتمہ ہو جاتا ہے یا بالفاظِ دیگر روایت و درایتِ استقرائی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

محمد اقبال[4]

---

[1] سماجی و سیاسی مکتبِ فکر

[2] مکتبِ فکر

[3] شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ اسلامی اُندلس کے ایک مشہور صُوفی بزرگ جو چھٹی صدی ہجری میں پیدا ہوئے۔

[4] 'انوارِ اقبال' ۱۹۶۷ء مرتبہ بشیر احمد ڈار

۵ ؎

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد
بر رسولِ ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفلِ ایام را
او رُسل را ختم و ما اقوام را
خدمتِ ساقی گری با ما گذاشت
داد ما را آخریں جامے کہ داشت
لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ز احسانِ خدا است
پردۂ ناموسِ دینِ مُصطفےٰ است
قوم را سرمایۂ قوت ازو
حفظِ سرِ وحدتِ ملت ازو
حق تعالیٰ نقشِ ہر دعویٰ شکست
تا اَبد اسلام را شیرازہ بست

دل ز غیر اللہ مُسلماں بر کَنَد
نعرۂ لَا قَوْمَ بَعْدِیْ می زَنَد

؎ یہ نظم حضرتِ علامہ کی مشہور مثنوی "رموزِ بے خودی" سے لی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو مجموعہ "اسرار و رموز" ص ۱۱۸

ترجمہ:

(۱) خدا تعالیٰ نے ہم پر شریعت اور ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رسالت ختم کر دی۔

(۲) ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلسلۂ انبیاء اور ہم پر سلسلۂ اقوام تمام ہو چکا، اب بزم جہاں کی رونق ہم سے ہے۔

(۳) میخانۂ شرائع کا آخری جام ہمیں عطا فرمایا گیا، قیامت تک ساقی گری کی خدمت اب ہم ہی انجام دیں گے۔

(۴) رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ فرمان کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں احسانات خداوندی میں سے ایک بڑا احسان ہے۔ دینِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت و ناموس کا محافظ بھی یہی ہے۔

(۵) مسلمانوں کا اصل سرمایۂ قوت یہ عقیدۂ ختم نبوت ہے اور اسی میں وحدت ملت کے تحفظ کا راز پوشیدہ ہے۔

(۶) اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر دعویٔ نبوت کو باطل ٹھہرا کر اسلام کا شیرازہ ہمیشہ کے لیے مجتمع کر دیا ہے۔

(۷) اسی عقیدہ کے باعث مسلمان ایک اللہ کے سوا سب سے تعلق توڑ لیتا اور اُمتِ مُسلمہ کے بعد کوئی اُمت نہیں' کا نعرہ بلند کرتا ہے۔

(باقی آئندہ)

قمر الحسنین

دُعا

پیچاں مرے وطن کی ہوا اسلام دین سے
اس قوم کو نواز دے قلبِ متین سے

ہم کو ملے نجات بھی جدت سے "جین" سے
شیطاں شمر شنید و شیعہ کی سشین سے

[redacted]

o ترجمہ از مرتب

شاہ بلیغ الدین۔ کراچی

تاریخ کو مسخ کرنے کا انداز

عورت کی سربراہی کے مسئلہ پر متعدد علماء کرام نے اخبارات و جرائد میں قلم اٹھایا ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضؓ کے حوالہ سے بعض مسخ شدہ تاریخی حقائق کے تکرار و اعادہ کے ازالہ کے لئے فاضل مضمون نگار نے یہ وضاحت تحریر کی ہے۔ تاہم اس تحریر میں اُن کا روئے سخن مفتی رفیع عثمانی صاحب کی طرف ہے۔ (ادارہ)

مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کے مضمون عورت بحیثیت حکمراں میں ایک ذیلی عنوان وہ ہے جو واقعہ جمل سے متعلق ہے۔ ریکارڈ درست رکھنے کیلئے میں دو باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں :

نکتہ نمبر ۱ : "جمل کے موقع پر نکلنے والی اُم المومنین بے انتہا نادم ہوئیں" یہاں تک کہ اس ندامت کی بناء پر روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تدفین کو بھی پسند نہیں فرمایا۔[1]

واقعہ جمل ۳۶ ھ کا ہے۔ ۲۳ ھ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی اور حضرت عائشہ رضؓ نے روضہ رسول اکرم کی وہ جگہ جو اپنے لئے مخصوص فرمائی تھی، حضرت عمر کی درخواست پر تدفین کیلئے انہیں عنایت فرمائی۔

الف : پندرہ سال پہلے جو مسئلہ طے ہو گیا تھا اُسے ۳۶ ھ کے ندامت کے واقعہ سے ملانا جعلی راویوں کا کمال ہے۔ مفتی صاحب سے یہاں سہو ہوا۔ تاریخ کو مسخ کرنیوالوں کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے۔

ب : اُم المومنین کو نادم ہونے کی کیا وجہ تھی؟ مفتی صاحب بار بار خود یہ لکھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے دو متحارب گروہوں میں اتحاد کرانے نکلی تھیں۔ یہ مشن ہر طرح اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق تھا اور کارِ ثواب کے سوا کچھ نہیں۔ مفتی صاحب نے ایک جگہ اسی ذیلی سرخی میں لکھا ہے کہ:

نکتہ نمبر ۲ : " ایک جگہ پڑاؤ ڈالا گیا۔ رات کے وقت وہاں کتے بھونکنے لگے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے پوچھا یہ کون سی جگہ ہے؟ بتایا گیا! حوأب ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ چونک اُٹھیں انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

ایک ارشاد یاد آگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُزواج مطہرات سے خطاب کرتے ہوئے ایک دن فرمایا تھا۔ تم میں سے ایک کا اُس وقت کیا حال ہوگا جب اس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔"

الف : یہ جگہ حوأب نہیں تھی۔ روایت گھڑنے والوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا کہ کسی صحابی نے فرمایا ہو یا کسی شریک واقعہ نے کہ یہ جگہ حوأب تھی جب کہ طبری نے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا نام دیا ہے جن کے الفاظ ہیں "جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ حوأب کا چشمہ ہے یہ جھوٹ ہے۔" تاریخ طبری خلافت حضرت علیؓ صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی۔

(ب) حوأب میں کتے بھونکنے کا واقعہ ام زمل سلمیٰ کا ہے جو حضرت عائشہؓ کے پاس چند دن لونڈی کی حیثیت سے رہی۔ اُنہوں نے کمال مہربانی سے اُسے آزاد کر دیا۔ وہ مرتد ہوگئی۔ حضرت خالد بن ولید نے جن مرتدین کا یکے بعد دیگرے مقابلہ کیا اُن میں ایک جگہ یہ لڑنے نکلی۔ یہ اُونٹ پر سوار میدانِ جنگ میں آئی اور شدید لڑائی کے بعد ماری گئی۔

طبری نے لکھا ہے" ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہؓ کے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ تم میں سے ایک حوأب کے کتوں کو بھونکائے گی۔ سلمیٰ نے مرتد ہونے کے بعد رسول اللہ کی اس بات کو پورا کیا۔" تاریخ طبری جلد اول حصہ چہارم مطبوعہ جامعہ عثمانیہ ۱۹۴۱ء صفحہ نمبر ۵۵ حوالہ نمبر ۲: ابن خلدون حصہ اول رسول اور خلفاء رسول صفحہ نمبر ۲۴۰ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی۔

ج : اُم زمل سلمیٰ بنت مالک کا واقعہ ۱۲ ہجری دورِ صدیق اکبرؓ کا ہے۔ واقعہ جمل حضرت علیؓ کے دورِ خلافت کا سانحہ ہے جو ۳۶ ھ میں پیش آیا چوبیس برس پہلے کے ایک واقعہ کو تاریخ مسخ کرنیوالوں نے حضرت عائشہؓ کے کردار کشی کیلئے استعمال کیا۔ منافقین کی ان غلط روایتوں کو دُہرا کر ہم ام المومنین کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

طوالت سے بچنے کیلئے یہاں صرف طبری کے دو حوالے دیئے گئے ہیں۔ تاریخ کو مسخ کرنے کا انداز دیکھئے کہ ۱۲ ہجری میں کتے بھونکنے کے واقعہ کو جو ام زمل سلمیٰ بنت مالک پر گزرا، ابن جریر طبری کا اپنا لکھا ہوا ہے اسی کو اس نے کمال چابکدستی سے ۳۶ ھ میں واقعہ جمل سے ملا کر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک کوشش کی۔ یہ مثل مشہور ہے کہ جھوٹے کا حافظہ ہمیشہ کمزور ہوتا ہے اور بغض آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ کی شخصیت تو اتنی عظیم ہے کہ اللہ اور رسول کے کسی ارشاد کے خلاف اُن کے کسی عمل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ امام بخاری اپنی تاریخ صغیر میں لکھتے ہیں کہ جس طرح مردوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے ہیں اسی طرح عورتوں میں مریم، سارا اور حوا پر بھی حضرت عائشہ کو برتری حاصل ہے۔

عورت کے سربراہ مملکت بننے یا نہ بننے کا مسئلہ دوسرا ہے البتہ مفتی صاحب نے یہ درست لکھا ہے کہ واقعہ جمل کے وقت ام المومنین سربراہ مملکت بننے کے خیال سے نہیں نکلی تھیں نہ بعد میں اُنہوں نے ایسا کوئی اظہارِ خیال فرمایا۔ سورہ احزاب کی تلاوت کر کے رونے والی بات جعلی روایتوں کا نتیجہ ہے۔

لے قرب قیامت میں بحکم خداوندی، مطابق بشارتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مسیح مقدس سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جو چوتھے آسمان سے زمین پر اُتر کر چند برس دنیا میں قیام پذیر رہیں گے۔ اور اپنے فرائض مفوضہ سرانجام دے کر مدینہ طیبہ میں وفات پائیں گے اور حجرۂ مبارکہ میں اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس جگہ بیٹھ کر گھر کے کام کاج کرتی تھیں اور وہ ٹکڑا عہدِ نبوی سے حضرت مسیح علیہ السلام کیلئے خالی رکھا گیا ہے) اہل اسلام کے ہاتھوں بہ امن و امان دفن ہوں گے۔

واضح رہے کہ اس خالی جگہ میں خود حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے بعد دفن ہونے کی اجازت مانگی تو آپ نے اس جگہ کا دفنِ مسیح کے وقت تک بطور امانت محفوظ رہنے اور کسی اور کو اجازت نہ دے سکنے کی —— ان الفاظ میں تصریح فرمائی کہ:

وَاَنّٰى لِيْ بِذٰلِكَ؟ مِنْ مَوْضِعٍ مَّا فِيْهِ اِلَّا مَوْضِعُ قَبْرِيْ وَقَبْرِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ!

بھلا میرے پاس کسی کو اس جگہ دفن ہونے کی اجازت دینے کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے کہ جہاں صرف میرے مزار اور ابوبکر و عمر۔ اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام (والرضوان) کی قبروں کیلئے جگہ مخصوص ہو چکی ہے۔!

[کنز العمّال
جلد ۷ : ص ۲۲۸]

سیرۃ خُلفاءِ اسلام ص ۸۷، ۸۸ ۔ مرتبہ: (جانشین امیر شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری مدظلہم) اشاعت فروری ۱۹۶۵ء ۔ مکتبہ احرار الاسلام، ملتان۔

"زبان میری ہے بات اُن کی"

وزیر اعظم بے نظیر بھٹو اور وزیر اعلیٰ نواز شریف نے پرائم منسٹر سیکرٹریٹ میں ایک دوسرے کے روبرو کھل کر اظہارِ خیال کیا۔ (ایک خبر)

؎ اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

علماء اللہ کے دین کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال نہ کریں۔ (قیوم نظامی سیکرٹری اطلاعات پیپلز پارٹی)

؎ حیرت ہے تجھ کو دیکھ کر مسجد میں اے خمار
کیا بات ہوگئی کہ خدا یاد آگیا

جاپان ایئر لائنز کے جہاز میں سفر کے دوران چوہوں کا جوڑا فرار ہوگیا۔ (ایک خبر)

گرفتاری کے لئے بلیوں کی ٹیم روانہ کی جائے۔

مارشل لاء لگنے کا امکان نہیں۔ (محمد خاں جونیجو)

خدانخواستہ آپ کے آنے کا امکان ہے؟

آٹھویں ترمیم مفاہمت سے منسوخ نہ ہوئی تو پارلیمنٹ توڑنے کا مشورہ دوں گا۔

(وفاقی وزیر انصاف افتخار گیلانی)

مشورہ کی زحمت نہ اُٹھائیں کام ہو جائے گا۔

مسلم لیگ نہیں چھوڑیں گے۔ اسلامی اتحاد کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ (عبداللہ روکڑی اور مخدوم الطاف احمد)

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
کیسا پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہو

سندھی وڈیرے نوجوانوں کو ملازم رکھ کر ڈکیتیاں کراتے ہیں۔ (ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان)

تو کیا اُن سے ختم شریف پڑھوائیں۔

ایک ارب چار کروڑ روپے سے لاہور کو خوبصورت بنایا جائے گا۔

(میاں شہباز شریف پنجاب اسمبلی)

لاہور نہیں۔ لاہور کا صرف ماڈل ٹاؤن، مال روڈ، گلبرگ اور شادمان کہیئے۔

"آپ جب بھی فارغ ہوں۔ لاہور آئیں۔" (بے نظیر کو نواز شریف کا پیغام)

آ بھی جا —— آ بھی جا

دیکھ آ کے ذرا ...... مجھ پہ گزری ہے کیا ......

نواز شریف مرکز کو دل سے تسلیم کریں۔ (بے نظیر)

یہ دل یہ پاگل دل میرا کیوں بجھ گیا ... آوارگی

ہم اپنے کارکنوں، کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ (رانا شوکت محمود پنجاب پیپلز پارٹی)

البتہ قائد کو تختۂ دار پر تنہا چھوڑ آئے ہیں۔

موسیقی کے ذریعہ قوم کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ (سابقہ اداکارہ مسرت نذیر)

معلوم ہوتا ہے آج کل بے روزگار ہیں۔

ٹینک پر بیٹھ کر نہیں عوام کی محبت سے برسرِ اقتدار آئے ہیں۔ (وزیراعظم)

واپس ٹینک پر بیٹھ کر جائیں گے۔

ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ مرکز سے نہیں الجھیں گے تاکہ جمہوریت کی گاڑی آگے چل سکے۔

(حافظ حسین احمد۔ جمعیت علمائے اسلام)

آپ صحت مند آدمی ہیں۔ جمہوریت کی خاطر اگر خود ہی اس گاڑی کے آگے جُت جائیں تو رُکنے کا خطرہ ہمیشہ کے لئے ٹل جائے گا۔

ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان کے ایک افسر کے بچوں کے دانتوں کے علاج کے لئے چالیس ہزار روپے کی ادائیگی کی گئی۔ (ایک خبر)

دفتری نظام درست رکھنے کے لئے افسروں کے بچوں کے دانت درست رکھنا بہت ضروری ہے۔

- چوری کا حساب لیا جائے گا - بے ضابطگیوں پر مصالحت نہیں ہوگی -

(وفاقی وزیر فاروق لغاری)

مٹ جائے گی مخلوق تو انصاف کرو گے

منصف ہو تو اب حشر اٹھا کیوں نہیں دیتے

جمہوری اداروں کو سیاسی "بکر منڈی" نہ بنایا جائے -

(لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) کے - ایم - اظہر جمعیت علماء پاکستان)

ضرور بنایا جائے تاکہ سیاسی بکروں کی کھالیں ایکسپورٹ کر کے زیادہ سے زیادہ زرِ مبادلہ کمایا جا سکے -

---

جنرل بیگ نے جمہوریت کے فروغ کی ذمے داری سیاستدانوں پر ڈال دی - (ایک خبر)

لیکن سیاستدانوں کے نازک کندھے اِس ذمے داری کے عادی نہیں ہیں -

---

بلوچستان میں بی این اے اور جے یو آئی کا اتحاد کتنا عرصہ چلے گا؟ (ایک اخبار کا عنوان)

جب تک اقتدار خانم دونوں سے راضی ہے -

امریکہ، افغان عبوری حکومت کو فوری تسلیم نہیں کرے گا - (ایک خبر)

امریکہ کسی قوم کی نیکی اور بھلائی کے کام میں جلدی نہیں کیا کرتا -

---

- تمام ڈاکٹروں کو ملازمتیں دی جائیں گی - (ایک خبر)

نئے قبرستانوں کے لئے پلاٹ بھی مخصوص کر لئے جائیں -

- کوئی بڑے سے بڑا آمر دینی جماعتوں کی تحریک کا سامنا نہیں کر سکتا -

(مولانا منظور احمد چنیوٹی)

وہ دن گئے جب خلیل خاں فاختہ اڑایا کرتا تھا -

ہمارا خواب عوام کی خدمت اور پیپلز پارٹی کا خواب سیاسی آمریت ہے -

(وزیر اعلیٰ پنجاب)

عوام کو بھی آج کل اِسی قسم کے اُلٹے سیدھے خواب آ رہے ہیں -

سیاسی قائدین ہوا کا رُخ دیکھ کر قلابازیاں کھا رہے ہیں۔

(مولانا کوکب نورانی سوادِ اعظم اہلسنت)

قلابازیاں کھانے کا زمانہ گزر گیا۔ سیاسی قائدین کو آج کل کھانے کے لئے اور بہت کچھ ملتا ہے۔

عوام لڑائی پسند نہیں کرتے۔ (وزیر اعظم پاکستان)

یہ تو لیڈروں کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔

ہمارے خواب کب پورے ہوں گے۔ (محنت کش بچوں کا سوال)

جب خواب دیکھنا اور بڑے لوگوں پہ تکیہ کرنا چھوڑ دو گے۔

کاریں چوری ہونے کی وجہ بتائیں۔ (لاہور کے متعلقہ تھانہ انچارجوں کو اظہارِ وجوہ کے نوٹس)

کس کو کہہ رہے ہو؟

بے نظیر کو ہماری ضرورت نہیں تو ہم بھی ان کے پاس نہیں جائیں گے۔ (اصغر خان)

کچھ لوگ روٹھ کر بھی لگتے ہیں کتنے پیارے

کچھ لوگ . . . . .

موجودہ کشمکش تیسری سیاسی قوت کو جنم دے گی۔ (پروفیسر طاہر القادری)

لگتا ہے آپ امید سے ہیں

فوج سیاست سے دور رہے (بے نظیر)

بے نظیر امریکہ جائیں گی۔ دورے کا انتظام مرزا اسلم بیگ نے کیا ہے۔ (ایک خبر)

ع آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں

کیا مولانا فضل الرحمٰن نے عورت کی حکمرانی کو تسلیم کر لیا ہے؟

(بے نظیر سے قومی اخبارات کے مدیروں کا سوال)

مولانا مجھ سے ملتے رہتے ہیں۔ ہمارے اُن سے اچھے تعلقات ہیں۔ وہ میری صدارت میں ایم آر ڈی کے اجلاسوں میں بیٹھتے رہے۔ (بے نظیر کا جواب)

ع ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

سید عطاء المحسن بخاری

منقبت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

تاریخ وصال ۲۲ رجب ۶۰ھ دمشق

نسبت معاویہؓ کی نبیِ کریم سے
بندہ قریب جیسے ہے ربِّ رحیم سے
شخصِ معاویہؓ ہے نبوت کا وہ نگیں
اعمال عنبریں ہیں تو اقوال انگبیں
نسبت معاویہؓ کی جو صہرِ رسول ہے
جدِ حسینؓ بھی ہے وہ خالِ بتول ہے
حضرت معاویہؓ ہیں ریاضِ رسول میں
واصل فرع میں ہیں تو شامل اصول میں
عظمت معاویہؓ کی نبوت کے وہ گواہ
اور ان کے دین پہ ہیں محمدؐ، علیؓ، گواہ
ہے اسوۂ رسول کا آئینہ انکی ذات
رشد و ہدایتوں کا خزینہ ہے انکی ذات
حضرت معاویہؓ کی خلافت ہے راشدہ
جس کو نہیں قبول وہ ظالم ہے فاسدہ

حضرت معاویہؓ کی خلافت کے عہد میں
حیوان و آدمی تھے عدالت کی مہد میں
مولا علیؓ، حسنؓ نے تو ایسا کیا کمال
جس سے معاویہؓ کی خلافت ہے لازوال
حضرت معاویہؓ کی خلافت کے بیس سال
فتح و جہاد میں تھے وہ فاروقؓ کی مثال
قولِ نبی میں ہادی و مہدی ہے مستجاب
حضرت معاویہؓ مرے آقا کا انتخاب
دینِ معاویہؓ نے اٹھائے ہیں سب حجاب
حضرت معاویہؓ کی سیاست ہے لاجواب
قاتل خلیفہ سومؓ کا اشتر تھا جا لیا
چن چن کے ہر خبیث ٹھکانے لگا دیا
عہد معاویہؓ میں تو امن و سکون تھا
دشمن تھا جو بھی دین کا خوار و زبون تھا

دشمن ہیں جتنے اُن کے اِس عہد خراب میں
لکھا عطاؔ نے ان کو ہے قرض حساب میں

حبیب اللہ رشیدی

ربوہ

- جڑانوالہ میں قرآنِ پاک نذرِ آتش کرنے کی مرزائی جسارت
- قائدِ تحریکِ ختم نبوت سید عطاء المحسن بخاری کی پریس کانفرنس
- مجلسِ احرارِ اسلام کا وفد ننکانہ اور جڑانوالہ میں
- ربوہ میں مرزا غلام قادیانی کا پتلا اور سیرت المہدی نذرِ آتش

۱۱ اپریل کو تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد کے چک نمبر 563 میں ایک مرزائی نے قرآنِ کریم کے سات نسخوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ اس واقعہ سے مسلمانوں کے دینی جذبات بری طرح مجروح ہوئے کہ ایک غیر مسلم محدود اقلیت مسلمانوں کے ملک میں قرآن کی بے حرمتی کر رہی ہے۔ گرد و نواح کے مسلمانوں نے مذکورہ چک کی طرف رخ کیا اور مرزائی ملعون کو گرفتار کرنے کا مطالبہ کیا۔ جونہی مسلمان اس چک میں داخل ہوئے مرزائیوں نے جھیک میں ملے ہوئے امریکی اور اسرائیلی اسلحہ سے فائرنگ شروع کر دی جس سے دو نوجوان شدید زخمی ہوئے۔ اس واقعہ سے علاقہ میں مزید اشتعال پھیل گیا۔ ننکانہ اور جڑانوالہ میں احتجاجی تحریک شدت اختیار کر گئی۔ پولیس پہلے خاموش تماشائی بنی رہی پھر احتجاج کرنے والے مسلمان نوجوانوں کو گرفتار کر لیا۔ قائدِ تحریکِ ختم نبوت اور عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے ناظمِ اعلیٰ ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے کسووال میں ایک ہنگامی پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پولیس جڑانوالہ کے مسئلہ پر اقلیتوں کے حقوق کو آڑ بنا کر مسلمان پر تشدد بند کر دے بصورتِ دیگر ہم راست اقدام پر مجبور رہوں گے اور آنے والے حالات کی تمام تر ذمہ داری بھی انتظامیہ پر عائد ہوگی۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مرزائیوں کی پشت پناہی کرنے والے پولیس افسروں کو معطل کیا جائے، گرفتار شدہ مسلمانوں پر تشدد بند کیا جائے اور مرزائی بدمعاشوں کو فوراً گرفتار کر کے قرارِ واقعی سزا دی جائے، انہوں نے شیخوپورہ، ننکانہ اور جڑانوالہ کے غیور نوجوانوں کو مبارک باد دی جنہوں نے اپنے دینی جذبے کا بھرپور اور بروقت اظہار کر کے مرزائیوں کا منہ توڑ دیا ہے۔

علاوہ ازیں قائدِ تحریکِ ختم نبوت کے حکم پر مولانا اللہ یار ارشد ایک وفد لیکر جڑانوالہ اور ننکانہ پہنچے صورتِ حال کا جائزہ لیا۔ ننکانہ میں تحریکِ ختم نبوت کے سرگرم کارکن خالد متین صاحب سے ملاقات اور تبادلۂ خیال کرنے کے بعد زخمیوں کی عیادت کی۔ مولانا نے مقامی کارکنوں کو اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا

کارکنوں کے اصرار پر پولیس کے ساتھ مذاکرات میں بھی شریک ہوئے۔

یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ مرزائیوں نے بعض دیہاتی علاقوں کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا ہوا ہے جن میں سے ایک مذکورہ چک ہے۔ دیہاتوں میں سادہ لوح مسلمانوں کو علمی مسائل میں الجھا کر مرعوب کرتے ہیں اور پھر گمراہ کرتے ہیں لیکن انہیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اب وہ کسی بھی جگہ زیادہ دیر تک دھوکہ نہیں دے سکتے کیونکہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فوج مجلس احرارِ اسلام اور تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کی صورت میں ان کے تعاقب میں ہے۔ احرار مرزائیوں کی کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

اسی طرح ربوہ میں جبراً ازالہ کے سانحہ پر مسلمانوں نے شدید ردِ عمل کا اظہار کیا۔ مسلمانوں نے مشترکہ نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد ریلوے سٹیشن پر زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا جس سے مولانا اللہ یار ارشد نے خطاب کیا۔ حافظ سعید احمد اور حافظ محمد شفیق بھی اس موقع پر موجود تھے۔ مظاہرین نے مرزا غلام قادیانی کا پتلا اور مرزائیوں کی کتاب سیرت المہدی دونوں نذرِ آتش کئے۔

اللہ دتہ نشتر
سرائے سدھو

شانِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

اہلِ ایماں کو ہو کیا اس کی امامت میں کلام
خود امامِ دو جہاں جس کو بنا جائیں امام!

مقتدی جس کا ہوا خود شیرِ حق حضرت علی رضؓ
اتباع اس کی ہے لازم مومنوں پر صبح و شام

کون امت میں بھلا اس ذات کا ہمسر بنے
جس کے گھر پر چل کے آئے مصطفےٰ خیر الانام

خلوت و جلوت کا ساتھی ہمسفر ہمراز بھی
"اذ ھما فی الغار" کا حق پاک جس کو دے انعام

آج بھی بستر ہے اس کا پہلوئے محبوب میں
جس جگہ پر بھیجتے ہیں لاکھوں صلوٰت و سلام

لاکھ گر انکار اس کا کوئی بھی منکر کرے
چھین سکتا ہی نہیں اول خلافت کا مقام

پاسبانِ ختمِ نبوت پاسدارِ دینِ حق
صدیق رضؓ ہے صدیق رضؓ ہے بس قابلِ صد احترام

بغض نشتر جو بھی رکھے گا مرے صدیق رضؓ سے
ہوگا رسوا دونوں ہی جہانوں میں برا اس کا مقام

حبیب اللہ چیمہ
چیچہ وطنی

- تحریک ختم نبوت کی کامیابی شہداء کے خون کا صدقہ ہے
- مجلس احرار ناموس رسالت ﷺ پر قربان ہونے والے جیالوں کے مشن کی وارث ہے۔

جامع مسجد عثمانیہ میں شہداء ختم نبوت کی یاد میں جلسہ

قائد تحریک ختم نبوت سید عطاء المحسن بخاری اور دیگر مقررین کا خطاب

۱۹۵۳ء کی مقدس تحریک ختم نبوت کے شہداء کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ۲۲ مارچ کو بعد نماز عشاء مرکزی جامع مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم میں عالمی مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے زیر اہتمام ایک روزہ سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس پیر جی عبد العلیم رائے پوری کی زیر سرپرستی اور جناب شیخ اللہ رکھا مرحوم کے صاحبزادے جناب شیخ عبد الغنی کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا محمد الیاس قاسمی نے انجام دیئے۔ کانفرنس سے قائد تحریک ختم نبوت سید عطاء المحسن بخاری، شیخ اصغر حمید ایڈووکیٹ، عبد اللطیف خالد چیمہ، عبد المتین چوہدری ایڈووکیٹ ـــــ اور امان اللہ چیمہ نے خطاب کیا۔ جبکہ مشہور نعت خواں جناب صوفی محمد حفیظ جالندھری، جناب محمد شریف ماہی اور مولانا سیف اللہ خالد نے شہداء کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔

جدید مرکز ختم نبوت کے قیام کے بعد شہر کی بجائے ہاؤسنگ سکیم میں یہ پہلا باضابطہ اجتماع عام تھا۔ جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے الحمدللہ کامیاب رہا ـــــ اجتماع گاہ کو احرار کے مطالبات پر مبنی بینروں اور سرخ ہلالی پرچموں سے سجایا گیا تھا۔

قائد تحریک ختم نبوت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، نے شہداء ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۵۳ء میں دس ہزار فرزندان اسلام نے اپنی جانوں کی بے مثال قربانی دے کر اس عقیدہ ختم نبوت کو زندہ رکھا۔ مرزائیت کے خلاف مسلمانوں کی کامیابیاں اسی خون بے گناہی کا صدقہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس مسئلہ کو پس پشت ڈالنے والے مذہبی و سیاسی رہنما دنیا میں بھی مجرم ہیں اور آخرت میں بھی مجرم ہوں گے۔

انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی اور اسلامی اتحاد دونوں سیاسی فرقہ واریت پھیلا رہے ہیں۔ دونوں اقتدار اور مفادات کی جنگ لڑ رہے ہیں، اسلام کی نہیں ـــــ دینی جماعتیں سیکولر پالیسی اپنانے

کی وجہ سے ناکام اور پسپا ہوئی ہیں۔ ہمیں بنیاد پرستی کا طعنہ دینے والے سُن لیں کہ بنیاد پرستی پر ہمیں فخر ہے جبکہ وسیع البنیاد ہونے کے نام نہاد دعوے دار، لادینیت کے علمبردار ہیں اور فکری ارتداد پھیلا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کچھ ملاں بھٹو کی بیٹی کے ساتھ ہیں اور کچھ نواز شریف کے ساتھ، ہم دونوں سے بیزار ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اسلام کے دعویدار علماء سرمایہ پرستوں اور جاگیرداروں کی بیساکھیوں کو چھوڑ کر اپنی جنگ خود لڑیں تو مجلس احرار ان کے ساتھ تعاون کرے گی انہوں نے کہا کہ بھٹو فیملی یا مسلم لیگ سے اسلام کی توقعات وابستہ کرنیوالے خود فریبی کا شکار ہیں۔

انہوں نے کہا کہ عورت کی سربراہی کو ناجائز قرار دینے والے عورت کے لئے پارلیمنٹ کی رکنیت حاصل کرنے کو کس اسلام کے تحت جائز کہہ رہے ہیں۔ ممتاز قانون دان شیخ اصغر حمید نے کہا کہ اگر سید عطاء اللہ بخاری اور ان کی جماعت منکرین ختم نبوت کا بھرپور تعاقب نہ کرتی تو آج پورا ملک قادیانیت کی لپیٹ میں ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ وکلاء برادری ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ مسلم لیگی دور اقتدار میں ۱۹۵۳ء کی تحریک کو تشدد کے ذریعے کچلنے والوں کو ہم کبھی معاف نہیں کر سکتے۔ مجلس احرار ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جانیں قربان کرنے والے جیالوں کے مشن کی وارث اور امین ہے، ہم ان کے مقدس مشن کو ہر حال میں جاری رکھیں گے۔ اور کسی سیاسی مصلحت کا شکار نہیں ہونے دینگے۔ عبدالمتین چوہدری ایڈووکیٹ نے کہا کہ قادیانیوں کو نکیل نہ ڈالی گئی تو حکمرانوں کے ایوان ہل جائیں گے۔

انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کی سرکاری سرپرستی کرنے والے پاکستان کے وفادار نہیں ہو سکتے۔ مبلغ احرار مولانا محمد الیاس قاسمی نے کہا کہ مسئلہ ختم نبوت کو نظر انداز کرنے والے حکمرانوں اور سیاستدانوں کا محاسبہ کرنا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ قادیانی نواز طبقہ قادیانیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کانفرنس میں متعدد قراردادوں کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ ارتداد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔ ربوہ کا نام صدیق آباد رکھا جائے روزنامہ "الفضل" کی اشاعت بند کی جائے۔ سندھ کے چیف سیکرٹری اور دیگر کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔ قادیانی آرڈیننس پر موثر عمل درآمد کرایا جائے۔ ضلع ساہیوال کے چک نمبر ۶-۱۱-ایل میں قادیانی عبادت گاہوں سے کلمہ طیبہ ہٹایا جائے۔ سکھر اور ساہیوال کے شہداء کے قاتلوں کو پھانسی پر لٹکایا جائے۔

قبل ازیں ۲۱ مارچ کو سید عطاء المحسن بخاری نے نواحی چک نمبر ۳۲-۱۲-ایل میں مدرسہ حسینیہ کے سالانہ جلسہ

سے خطاب کیا اور حفاظ کرام کی دستار بندی بھی کی گئی۔

۲۳ مارچ کو نواحی چک ۱۶۹ - ۹ - ایل میں حافظ محمد صابر کی دعوت پر سید عطاء المومن بخاری مدظلہ نے مسجد میں تبلیغی و اصلاحی اجتماع سے خطاب کیا۔ مولانا محمد الیاس قاسمی اور مولانا ضیاء الدین آزاد بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اس اجتماع سے حضرت مولانا عبد الرحیم نعمانی اور دیگر علماء نے بھی خطاب کیا۔

۲۷ مارچ کو جامع مسجد مکیہ کمالیہ میں مجلس احرار اسلام کمالیہ کے زیر اہتمام خلیفۂ ششم برحق سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت و مناقب کے سلسلہ میں ایک بھرپور اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ اور ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب نے نہایت علمی و تحقیقی انداز میں موضوع کی مناسبت سے مدلل خطاب کیا۔

عبد اللطیف خالد چیمہ اور مبلغ احرار مولانا محمد الیاس قاسمی نے بھی خطاب کیا۔ پیر جی عبد العلیم رائے پوری بھی شریک ہوئے اور اجتماع کی سرپرستی فرمائی۔ مسجد مکیہ کے مدرس حافظ محمد صدیق صاحب سے حفظ قرآن کریم مکمل کرنے والے طلباء کی دستار بندی کی گئی۔ ۲۸ مارچ کو فجر کی نماز کے بعد علامہ ڈاکٹر خالد محمود اور سید عطاء المحسن بخاری نے باہمی دلچسپی کے امور پر تفصیلی گفتگو کی۔ اس گفتگو میں مولانا اختر صدیقی بھی شامل تھے۔

۳۱ مارچ کو ابن امیر شریعت سید عطاء المومن بخاری نے جامع مسجد معاویہ (جھنگ روڈ) ٹوبہ ٹیک سنگھ میں نماز جمعہ کے بعد عصر کی نماز تک مدرسہ کے سالانہ تبلیغی اجتماع سے خطاب کیا۔ اسی روز مولانا ضیاء الدین آزاد کی دعوت پر بعد نماز عشاء رشاہ صاحب نے ماموں کانجن میں اجتماع سے خطاب کیا۔

یکم اپریل کو سید عطاء المومن بخاری نے کمالیہ میں احباب جماعت سے مسجد مکیہ میں ملاقات کی۔

اسی روز شاہ صاحب واپس وطنی پہنچے اور بعد نماز عشاء دفتر احرار میں عبد اللطیف خالد چیمہ سے تنظیمی امور پر صلاح مشورے کئے۔

چالیس برس	قمر الحسینین
ملکِ پاکستان کے چالیس برس	عہدِ طفلی کی علامت اور خرچ
کیسے سلجھیں گی سیاسی گتھیاں	ہیں نظر میں مسجدیں اور پس منظر میں چرچ

کلمۂ توحید

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ سے ایک آریہ سماجی ہندو کی گفتگو

حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ شانہ نے بے پناہ صفات سے مزیّن فرمایا تھا۔ آپ سرزمین ہند میں آیۃ من آیات اللہ تھے۔ لوگ اپنی شخصیت کی تکمیل کے لئے جن ظاہری اسباب پر انحصار کرتے ہیں۔ آپ ان سے نہ صرف بے نیاز تھے بلکہ ان سے گریز فرماتے تھے۔

جن لوگوں نے حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے انہیں خوب یاد ہوگا کہ آپ کا لباس نہایت سادہ ہوتا تھا۔ آپ نے ہمیشہ کھدّر پہنا۔ کھانا جو بھی جیسا بھی مل جائے کبھی فرمائش نہ کرتے الّا یہ کہ کوئی انتہائی بے تکلف دوست میزبان ہو ورنہ جو روکھا سوکھا مل جائے کھا لیا اور خوب ٹھنڈا پانی پیا اور بآواز بلند الحمد للہ کہا۔ رہائش میں بھی سادگی ہی معیار تھا اپنا سامان اکثر خود اٹھاتے تھے اپنے کام اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیتے۔ قناعت واستغناء آپ کے خصوصی اوصاف تھے۔ اپنی ضرورتوں کے لئے کبھی دوستوں سے دست سوال نہ پھیلاتے اپنے قریب بیٹھنے والوں کی خوب خدمت کرتے اور زبان ومحاورہ میں اُن کی خوب اصلاح کرتے۔ آپ کو لفظوں کا ہیر پھیر قطعاً ناپسند تھا بات جو بھی کرتے بالکل کھری۔ لگی لپٹی چکنی چپڑی گفتگو کرنے والے سے بہت گھبراتے ایسے آدمی کے ہوتے ہوئے آپ مجلس مختصر کرتے اور اس کی حکایتِ دراز کو صرف اکرام کے جذبے سے سنتے۔

آپ کی مجلس میں ہر قسم کے لوگ بیٹھ سکتے تھے۔ صلحاء، علماء، شعراء، ادباء، زاہد شب زندہ دار بھی اور رندِ قدح خوار بھی فرنگی کی چوکھٹ پر جبہہ سائی کرنے والے بھی اور انقلاب زندہ باد کے نعرے لگا کر سامراجی قوتوں کی چولیں ڈھیلی کرنے والے بھی دائیں بازو والے رجعت پسند بھی اور بائیں بازو والے کمیونسٹ بھی۔

اے کاش! کوئی اللہ کا بندہ حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی مجالس جمع کرتا تو

ہزاروں کتابوں پر بھاری کتاب بنتی (اللہ پاک اپنے کسی بندے کو توفیق دے: آمین) زیرِ نظر سطور کوئی مستقل مضمون نہیں بلکہ ایک واقعہ نقل کرنا مقصود تھا۔

جس سے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کا منفرد انداز تبلیغ حاضر جوابی اور برجستہ گوئی کی عجیب مثال سامنے آتی ہے

حضرت نے اپنی بیٹھک میں ایک مرتبہ دوران گفتگو فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک آریہ سماجی نے مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ شاہ جی آپ جو یہ کلمہ پڑھتے ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

یہ کلمۂ توحید تو نہیں ہے بلکہ یہ تو کلمۂ شرک ہے (نعوذ باللہ)

ہاں اگر صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہوتا تو کلمۂ توحید تھا۔ لیکن جب محمد رسول اللہ اس میں آگیا تو یہ کلمۂ توحید نہ رہا۔

میں نے برجستہ جواب دیا

یہ تو تمہارے لئے ہے تم لوگ چونکہ بڑے لوگوں کی پوجا پاٹ شروع کر دیتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ یہ بزرگ لوگ بھی اِلٰہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے وضاحت کر دی کہ محمد ﷺ اِلٰہ نہیں ہیں۔ بلکہ صرف رسول اللہ ہیں کہیں تم بھی ان کی پوجا نہ شروع کر دو

فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ پس کافر مبہوت ہو گیا

سماعت: مولانا محمد یسین جھنگوی

مرتب: سید عطاء المحسن بخاری

گارڈ ـــ قمر الحسنین

طالبانِ دین سے کیسا مذاق — عالمانِ دین سے ایسا فراڈ
چند تہذیبی مسائل مستعار — مجتہد بن بیٹھے ہیں گارڈ

حافظ عبدالغفار
شجاع آباد

- گورنمنٹ ہائی سکول جگو والا کا مرزائی ٹیچر "مظفر"
- غلیظ کردار کا حامل اور بدمعاش ہے
- احرار کارکنوں کا تعاقب اور مرزائی کا فرار
- مقدمہ درج کر کے گرفتار کیا جائے

گورنمنٹ ہائی سکول جگو والا تحصیل شجاع آباد میں "مظفر" نامی مرزائی ٹیچر غلیظ کردار کا حامل اور بدمعاش ہے۔ سکول میں بچوں کو مرزائیت کی تبلیغ کرتا ہے علاقہ میں اسکی غلط شہرت ہے۔ گزشتہ دنوں اس کی سرگرمیوں میں غیر معمولی طور پر تیزی آگئی جس سے علاقہ کے مسلمانوں کو خاصی تشویش ہوئی۔ مذکورہ ٹیچر علاقے میں بالکل ناخواندہ اور ان پڑھ مسلمانوں کے قریب ہوتا ہے اُن سے دوستی کا تعلق قائم کر کے اپنے جھوٹے اور مصنوعی اخلاق سے متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر مرزائیت کی تبلیغ کر کے انہیں گمراہ کرتا ہے۔ "نوکری، چھوکری" کا لالچ بھی دیتا ہے جو ربوہ برانڈ مرزائیوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ گزشتہ دنوں اسی پروگرام کے تحت وہ ایک غریب اور اَن پڑھ مسلمان کے گھر بطور مہمان قیام پذیر تھا جونہی احرار کارکنوں کو اطلاع ہوئی وہ اس کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ محمد افضل خان، راقم اور دیگر ساتھی مجلس احرار اسلام کا لٹریچر لے کر مذکورہ مقام پر پہنچے تو یہ بدمعاش ٹیچر محفل راگ و رنگ میں بدمست تھا اور فحش گانے سن رہا تھا۔ احرار ساتھیوں کو دیکھ کر وہ پریشان سا ہو گیا۔ اس بدمعاش کے ساتھ گفتگو کی گئی مگر وہ جان چھڑاتا رہا۔ اللہ بھلا کرے مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں کا جنہوں نے مرزائیت کے خلاف مضبوط لٹریچر فراہم کر کے ان کے عزائم اور منصوبے مسلمانوں پر عیاں کر دیئے ہیں۔ محمد افضل خان اور راقم نے جب مرزائی کتابوں کے حوالے پڑھنا شروع کئے تو وہ پہلے تو کچھ برہم ہوا پھر صاحب خانہ کو جذبات میں لانے کی کوشش کی مگر جب کچھ نہ بن پڑا تو پھر بھاگ کھڑا ہوا۔

مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں نے مقامی انتظامیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ "مظفر" قادیانی کو گرفتار کر کے اس کے خلاف قادیانی آرڈیننس کے تحت مقدمہ درج کیا جائے۔ سکول کی ملازمت سے سبکدوش کیا جائے کیونکہ وہ وہاں بچوں کو مرزائیت کی تبلیغ کرتا ہے۔

احرار کارکنوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ مرزائیوں کو ارتداد کی تبلیغ کی اجازت نہیں دی جائے گی اور مسلمان سخت نوٹس لیں گے۔

آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے۔!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے

مسلمان توجہ فرمائیں

★ — مجلسِ احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوّت** ہے۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بُنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ مُلک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یُوں ہے:

★ **مدرسہ معمورہ** — مسجدِ نور، تغلق روڈ ملتان —

★ **مدرسہ معمورہ** — دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان

★ **مدرسہ محمودیہ معمورہ** — ناگڑیاں ضلع گجرات —

★ **جامعہ ختمِ نبوّت** — مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ – فون نمبر: ۸۸۶ —

★ **مدرسہ ختمِ نبوّت** — سرگودھا روڈ ربوہ —

★ **دارُالعُلومِ ختمِ نبوّت** — چیچہ وطنی – فون نمبر: ۲۹۵۳ —

★ **مدرسہ ابوبکرِ صدّیق** — تلہ گنگ ضلع چکوال —

★ **یُوکے ختمِ نبوّت مشن** — (ہیڈ آفس) گلاسگو، برطانیہ —

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیرِ نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مُبلّغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت — یہ تمام کام اُمتِ رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعاء ہم کرینگے اور اجر اللہ پاک دینگے — آئیے، آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

فقیر سیّد عطاءُ المحسن بُخاری
مُدیر مدارس التحفیظ والمساجد
دارِ بنی ہاشم ○ پولیس لائنز روڈ ○ مُلتان
ترسیلِ زر کے لئے: اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ حبیب بنک لیٹڈ حسین آگاہی ملتان

قارئین "نقیبِ ختمِ نبوت" — اور — "احرار" دوستوں سے

خصوصی گزارش

محترم قارئین — اور — احبابِ احرار — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

وطنِ عزیز کے حالات جس تیزی و تندی سے سیکولرازم کی طرف بڑھ رہے ہیں، وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں دائیں بازو اور بائیں بازو کی سیکولر لابیاں اپنے تمام وسائل منفی نظریوں کی ترویج پر بے دریغ صرف کر رہی ہیں تاکہ دینی عقائد، اعمال اور دینی اقدار کی موروثی حیثیت ختم کر دی جائے۔ ان حالات میں دین کی بقا، اور دینی اقدار کی مضبوط صورت مدارس کا قیام ہے تاکہ تعلیمی محاذ پر ان طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ ہم جیسے کیسے بھی ہیں ہم نے اس محاذ پر اپنی ساری قوت جھونک دی ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ بھی خصوصی توجہ فرمائیں تاکہ یہ سات تعلیمی ادارے جو ہم نے قائم کئے ہیں، مضبوط و مستحکم ہو جائیں خُصوصاً ربوہ اور ملتان کے تعلیمی و تبلیغی مرکز کا استحکام بہت ضروری ہے۔ پندرہ ساتھی ان اداروں میں مصروفِ عمل ہیں، سات سو بچے زیرِ تعلیم ہیں جنہیں قرآن کریم حفظ و ناظرہ اردو، دینیات اور انگریزی زبان کی تعلیم دی جا رہی ہے جن کے بندھے ہوئے سالانہ اخراجات دو لاکھ روپے ہیں تعمیر کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔

لہٰذا ان مدارس کی تعمیر و ترقی اور استحکام کے لئے آپ اپنی پوری زکوٰۃ روانہ فرمائیں۔ اپنے دوستوں کو بھی متوجہ فرمائیں اور انہیں تعاون کے لئے آمادہ فرمائیں تاکہ سکون کے ساتھ تعلیمی و تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھی جا سکیں۔

والسلام ——

ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری

ناظمِ اعلیٰ عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

دارِ بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان فون: ۷۲۸۱۳